عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۲ | ۲۷/ربیع الاول تا ۴/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰/مئی تا ۵/جون ۲۰۰۳ء | شمارہ:۱

واقعات نزولِ عیسیٰؑ

صحیح احادیث کے روشنی میں

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور حضرت نانوتویؒ

مذاہب اربعہ کا مختصر تعارف

خواتینِ اسلام کا شاندار ماضی

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

کیا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

س:...... کیا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

ج:...... امام مہدی علیہ الرضوان نبی نہیں ہوں گے اس لئے ان کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مہدیؓ کے زمانے میں نازل ہوں گے وہ بلاشبہ پہلے ہی سے اولوالعزم نبی ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں؟

س:...... حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں؟ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں یا یہ دو الگ الگ شخصیات ہیں؟

ج:...... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ ان کے ظہور کے قریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؓ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

س:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔

ج:...... ایک ہی فرد کا مجدد ہونا ضروری نہیں۔ متعدد افراد بھی مجدد ہوسکتے ہیں اور دین کے خاص خاص شعبوں کے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔ ہر خطہ کے لئے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔ حدیث میں "مـن" کا لفظ عام ہے۔ اس سے صرف ایک ہی فرد مراد لینا صحیح نہیں اور ان مجددین کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بھی ضروری نہیں اور نہ لوگوں کو یہ پتہ ہونا ضروری ہے کہ یہ مجدد ہیں۔ البتہ ان کی دینی خدمات کو دیکھ کر اہل بصیرت کو ظن غالب ہوجاتا ہے کہ یہ مجدد ہیں۔

مجدد کو ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟

س:...... ہر صدی کے شروع میں مجدد آتے ہیں۔ کیا ان کو ماننے والے غیر مسلم ہیں؟

ج:...... ہر صدی کے شروع میں جن مجددوں کے آنے کی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خبر دی گئی ہے، وہ نبوت و رسالت کے دعوے نہیں کیا کرتے اور جو شخص ایسے دعوے کرے وہ مجدد نہیں۔ لہٰذا کسی سچے مجدد کو ماننے والا تو غیر مسلم نہیں، البتہ جو شخص یہ اعلان کرے کہ: "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" (جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اعلان کیا) اس کو ماننے والے ظاہر ہے کہ غیر مسلم ہی ہوں گے۔

چودہویں صدی کا مجدد:

س:...... مشہور حدیث مجدد، مسلمانوں میں عام مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک نیک شخص مجدد ہوکر آیا کرے گا۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ چودہویں صدی گزر گئی مگر کوئی بزرگ مجدد کے نام اور دعویٰ سے نہ آیا۔ اگر کسی نے مجدد کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا پتہ بتائیں؟

ج:...... مجدد دعویٰ نہیں کیا کرتا' کام کیا کرتا ہے۔ چودہ صدیوں میں کن کن بزرگوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟ چودہویں صدی کے مجدد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے جنہوں نے دینی موضوعات پر قریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں اور اس صدی میں کوئی فتنہ کوئی بدعت اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اسی طرح حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف و سلوک، عقائد و کلام وغیرہ دینی علوم میں کوئی ایسا علم نہیں جس پر آپ نے تالیفات نہ چھوڑی ہوں۔ بہرحال مجدد کے لئے دعویٰ لازم نہیں، اس کے کام سے اس کے مجدد ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے مجدد سے لے کر مہدی، مسیح، نبی، رسول، کرشن، گورونانک، رودرگوپال ہونے کے دعوے تو بہت کئے مگر ان کے ناہموار قد پر ان میں سے ایک بھی دعویٰ صادق نہیں آیا۔

دجال کی آمد:

س:...... دجال کی آمد کا کسی صحیح حدیث میں کہیں ذکر ملتا ہے؟ اگر ذکر ملتا ہے تو ذرا اس بارے میں تفصیلات ظاہر فرمائیں؟

ج:...... دجال کے بارے میں ایک، دو نہیں بہت سی احادیث ہیں اور یہ عقیدہ امت میں ہمیشہ سے متواتر چلا آیا ہے۔ بہت سے اکابر امت نے اس کی تصریح کی ہے کہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

جلد: ۲۲ شمارہ: ۱ ۲۷ ربیع الاول تا ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰ مئی تا ۵ جون ۲۰۰۳ء

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہم

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

مولانا محمد اکرم طوفانی
مولانا اللہ وسایا

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد راشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ (مفتی محمد زبیر حق نواز)	6
واقعات نزول عیسیٰ صحیح احادیث کی روشنی میں (مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی)	11
مذاہب اربعہ کا مختصر تعارف (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)	18
خواتین اسلام کا شاندار ماضی (حافظ افروغ الحسن)	23
تہجد کے فضائل (مولانا امجد رشیدی)	26

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 923-2 الائیڈ بنک ... کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۸۳۴۸۶-۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی جماعت میں پھوٹ پڑگئی

بعض اخباری اطلاعات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نئے قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی نامزدگی کے بعد قادیانی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ اس حوالے سے جو خبر ملکی اخبارات میں شائع ہوئی اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے:

”انتخابات کے بعد سربراہ کی نامزدگی پر پھڈا' جماعت احمدیہ تقسیم ہو گئی

لندن میں ہونے والے الیکشن میں مرزا مسرور احمد کو ۸۰ ووٹ ملے' ۴۰ ملازموں نے چیف ایگزیکٹو کو ووٹ دیا

۱۶ افراد میدان میں آنے سے مرزا مسرور کے لئے مشکلات' مغل اور شاہ گروپ بھی اعلیٰ عہدے لینا چاہتے ہیں

چناب نگر (پی پی آئی) جماعت احمدیہ کے سربراہ کی نامزدگی کے حالیہ انتخابات کے نتیجہ میں اعلیٰ پوسٹوں کے حصول کے لئے چپقلش سے جماعت دو گروپوں میں تقسیم ہو گئی۔ تفصیل کے مطابق جماعت احمدیہ کے پانچویں سربراہ کے انتخاب کے سلسلہ میں گزشتہ دنوں لندن میں ”نامزدگی انتخابی کالج“ میں ۷ افراد اور مرزا مسرور احمد' مرزا انیس احمد' مرزا غلام احمد' مرزا خورشید احمد' نواب منصور احمد خان' مرزا وسیم احمد اور خالد احمد شاہ کے نام پیش ہوئے۔ خالد احمد شاہ کا تعلق شاہ گروپ (نیکر گروپ)' نواب منصور احمد اور باقی تمام افراد مغل گروپ سے وابستہ ہیں۔ انتخابی کالج کے صرف ۱۲۰ ارکان نے ووٹ کاسٹ کئے' ان میں سے ۹۶ کا تعلق پاکستان سے تھا جبکہ ۴۰ ارکان انجمن احمدیہ کے ملازم ہیں جنہوں نے اپنے چیف ایگزیکٹو کو سربراہ کا ووٹ دیا۔ مرزا مسرور احمد کے کھاتہ میں ۸۰ ووٹ آئے' باقی ووٹ دیگر ۶ امیدواروں کو ملے۔ سربراہ کے انتخاب کے موقع پر خلاف توقع ان افراد کے میدان میں آنے کے بعد مرزا مسرور احمد کے لئے قیادت کرنے کی راہ میں مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ ہائی کمان کی اعلیٰ پوسٹوں کے حصول کے سلسلہ میں مغل گروپ اور نیکر یا شاہ گروپ کے درمیان سخت رسہ کشی شروع ہو گئی ہے۔ باخبر حلقوں کے مطابق نیکر گروپ کا سید محمود احمد شاہ ناظم اعلیٰ کی پوسٹ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے جبکہ اسی گروپ کا قاسم شاہ امور عامہ کی نظارت سنبھالنے کے لئے کوشاں ہے۔ موجودہ روایت کے مطابق جس کے سر پر ناظر اعلیٰ کا ہاتھ ہو وہی مستقبل کا سربراہ ہوگا۔ مغل گروپ کسی بھی صورت میں ناظر اعلیٰ یعنی چیف سیکریٹری کا عہدہ کسی غیر مغل کو دینے پر آمادہ نہیں۔ اس وقت پاکستان میں جماعت کا سالانہ بجٹ ۵۰ کروڑ روپے سے زائد ہے اور اس کے ملازمین کی تعداد ۵ ہزار ہے۔ جماعت کا انٹرنل آڈٹ کا مضبوط نظام موجود ہے اور بغیر اعلیٰ افسران کی مرضی کے خورد برد ناممکن ہے مگر گزشتہ برسوں لاکھوں روپے کا خلافت لائبریری اور وقف جدید کے شعبہ میں غبن ہوا۔ لائبریرین حبیب الرحمٰن زیروی کو تبدیل کر کے دوسرے محکمہ میں لگایا گیا جبکہ اللہ بخش صادق انچارج وقف جدید ایک ماہ پیشتر ۳۰ لاکھ روپے خورد برد کر کے اپنے خاندان کے ساتھ کینیڈا فرار ہو چکا ہے۔ لائبریری کے اکاؤنٹینٹ کو نوکری سے برخاست کر دیا گیا ہے مگر اس کے پاس کو بوجوہ چھوڑ دیا گیا۔“

(روزنامہ خبریں کراچی مورخہ ۹/مئی ۲۰۰۳ء)

اس خبر پر مزید کسی تبصرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس سے وہ تمام حقائق واضح ہو جاتے ہیں جن پر ہم وقتاً فوقتاً تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔ قادیانیت نام ہی ایک ایسے مذہب کا ہے جس کے پیروکار مذہب کے نام پر لوٹ کھسوٹ اور عہدوں کی بندر بانٹ میں مصروف رہتے ہیں۔ غبن کے جس واقعہ کا تذکرہ اس رپورٹ میں کیا گیا ہے' خود سنجیدہ قادیانیوں کو اس پر ایکشن لینا چاہئے تھا لیکن کیا کیجئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم ہی یہی تھی جس پر اس وقت قادیانی امت پورے طور پر عمل کر رہی ہے۔ اب بھی قادیانی ہوش کے ناخن لے لیں تو غنیمت ہے ورنہ وہ یاد رکھیں کہ کھلے کھلے نشانات کے ذریعہ ان پر حجت تمام کی جا رہی ہے۔ حکومت کو بھی قادیانی جماعت کے اس غبن کا نوٹس لینا چاہئے اور از خود ایکشن لے کر معاملات کی تحقیقات کرانی چاہئے۔ جہاں تک قادیانی جماعت کے اندرون خانہ اختلافات کا تعلق ہے؟ اس بارے میں مزید تفریق بڑھنے کے قوی امکانات پائے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد قادیانیت پر لعنت بھیج کر تیزی سے اسلام میں داخل ہو رہی ہے۔ قادیانیوں کے لچر اور پوچ عقائد کے علاوہ اس کی ایک بڑی وجہ قادیانی جماعت کی اندرون خانہ تفریق اور اختلافات بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض اطلاعات کے مطابق نئے قادیانی سربراہ نے قادیانیوں کے مسلمانوں بالخصوص علمائے کرام سے مناظروں پر بھی پابندی عائد کر دی ہے' جو قادیانیوں کی کھلی شکست اور مسلمانوں کی کھلی فتح کی علامت ہے۔

جھوٹے مدعی مہدویت کی درخواست ضمانت مسترد

اطلاعات کے مطابق جھوٹے مدعی مہدویت محکمہ ڈاک حیدرآباد کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر شمس الحسن زیدی کی درخواست ضمانت سیشن کورٹ سانگھڑ نے مسترد کر دی ہے۔ ملزم نے اپنے آپ کو پاگل ظاہر کر کے ضمانت پر رہائی کی کوشش کی تھی لیکن اسے اس کوشش میں کامیابی نہ ہو سکی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما حضرت علامہ احمد میاں حمادی مدظلہ العالی نے ٹنڈو آدم تھانے میں ۴/اپریل کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے پر شمس الحسن زیدی کے خلاف ۲۹۵-اے اور ۲۹۵-سی کے تحت مقدمہ درج کرایا تھا جس پر ٹنڈو آدم پولیس نے محکمہ ڈاک سول لائن حیدرآباد کے دفتر سے شمس الحسن زیدی کو گرفتار کیا تھا۔ ملزم نے کچھ عرصہ قبل بعض دینی جماعتوں اور علماً کرام کو خطوط لکھے تھے جن میں اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہے۔ بعض اخبارات کے مطابق اس نے آج سے تقریباً تین سال قبل بھی یہی دعویٰ کیا تھا مگر اس وقت معاملہ نامعلوم وجوہات کی بنا پر دبا دیا گیا تھا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ملزم کے خلاف مقدمہ میں ہر قسم کی فروگزاشت سے گریز کرتے ہوئے اسے سخت سزا دے گی۔ ایک گزشتہ اداریے میں ممبران قومی وصوبائی اسمبلی سے یہ اپیل کی گئی تھی کہ وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں دعویٰ مہدویت کے سدباب اور مدعی مہدویت کو سزا دینے کے حوالے سے ٹھوس قانون سازی کریں اور ان افعال کو قابل تعزیر جرم قرار دیں لیکن تاحال اس سلسلے میں کوئی مثبت پیش رفت سامنے نہیں آئی ہے۔ جب تک اس حوالے سے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جاتا' اس وقت تک اس کے مکمل سدباب کے امکانات بظاہر کم نظر آتے ہیں۔ یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ قرب قیامت میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کا مسئلہ متفق علیہ ہے اور قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اصل مہدی کی آمد سے قبل ہر جھوٹے مدعی مہدویت کا سدباب کیا جائے تاکہ کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنے آپ کو اصل مہدی قرار دے کر امت کو گمراہ نہ کر سکے اور مسلمانوں کا دین وایمان محفوظ رہ سکے۔

عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ

مفتی محمد زبیر حق نواز

قرآن کریم کی آیت: "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین" میں لفظ "خاتم النبیین" سے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی طرح کی خاتمیت ثابت ہے، جس میں سے دو مندرجہ ذیل ہیں:

۱:..... "ایک خاتمیت زمانی جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیا علیہم السلام کے زمانے کے بعد ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

۲:..... دوسرے خاتمیت ذاتی اسے خاتمیت مرتبی بھی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاً علیہم السلام بالعرض، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاً علیہم السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے (اور واسطے سے عطا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے نبوت کی کلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی اور دیگر انبیاً علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خود اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی جیسا کہ: "انی عند اللّٰہ لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ الخ" وغیرہ جیسی احادیث سے ثابت ہے)۔"

اور جس طرح یہ قاعدہ ہے کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے، یعنی جس کی کوئی صفت کسی اور سے لی گئی ہو، اس کی اپنی ذاتی نہ ہو، اس کا سلسلہ کسی صفت ذاتی والے پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ذاتی والے کی صفت اپنی ہوتی ہے، کسی اور سے لی ہوئی نہیں ہوتی، تو اس کا سلسلہ کسی صفت ذاتی والے پر جا کر ختم ہوتا ہے اور بقول حضرت نانوتوی قدس سرہ:

"ہر بالعرض کے لئے کوئی بالذات چاہئے۔" (مناظرہ عجیبہ ص ۱۳)

اسی طرح تمام انبیاً کرام علیہم السلام کی نبوت حضرت خاتم الانبیاً صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مستفاد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ ﷺ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے، کیونکہ آپ باذن اللہ نبی بالذات ہیں، اسے خاتم ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتی ہے۔

اس کی مثال حضرت نانوتوی قدس سرہ نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ جیسے دنیا میں ہر چیز کی روشنی، سورج سے حاصل کی جاتی ہے مثلاً تہہ خانوں میں آئینوں کے ذریعے جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے، لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آفتاب کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ سورج عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو خود روشن بنایا ہے۔ بقول حضرت نانوتویؒ:

"زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی سے اتنی ہی ہے۔" (تحذیر الناس ص:۸)

ایسے ہی ہر پیغمبر کی نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے حاصل کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی اور سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ ذاتی ہے، جو آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوئی ہے۔ (شرح تحذیر الناس، ڈھول کی آواز ص ۹۶ مولفہ

مولانا الحاج کامل الدین رتوکالوی)

اس تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ اور بعض دیگر محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو "خاتم النبیین" فرمایا گیا ہے' اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مذکورہ بالا دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے' مرتبی وذاتی بھی اور زمانی بھی' جبکہ عوام اس سے محض صرف ایک قسم کی خاتمیت یعنی صرف خاتمیت زمانی مراد لیتے ہیں اور حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ اس سے خاتمیت زمانی تو مراد ہے ہی' وہ تو حضرتؒ کو بھی تسلیم ہے لیکن صرف اسی تک محدود کرنا درست نہیں' بلکہ خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے' تاکہ دہری فضیلت کا اقرار ہو جائے' کیونکہ بقول حضرتؒ صرف اس بات میں کوئی زیادہ فضیلت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آخر ہے' جیسا کہ حضرتؒ نے فرمایا:

"تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کوئی فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس ص:۷)

بلکہ یہ بات تو حاصل ہے ہی' اس کے علاوہ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے کہ آپ کی نبوت ذاتی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بالعرض ہے' لہٰذا خاتمیت کو صرف خاتمیت زمانی تک محدود کرنا غلط ہے' خلاصہ یہ کہ عوام صرف خاتمیت زمانی مراد لیتے ہیں اور حضرت نانوتویؒ خاتمیت زمانی تو مراد لیتے ہی ہیں اور اس مشہور معنی کو چھوڑے بغیر اس کے ساتھ ساتھ خاتمیت مرتبی وذاتی بھی مراد لیتے ہیں۔

بس یہ حضرت نانوتویؒ کے موقف کا خلاصہ ہے' اس پر بعض معترضین نے غلط فہمی یا کم فہمی کی بنا پر یا حسد کی بنا پر یہ مشہور کرنے کی کوشش کی کہ حضرت نانوتویؒ خاتمیت زمانی کے منکر ہیں' حالانکہ حضرتؒ خاتمیت زمانی کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت کو صرف خاتمیت زمانی تک محدود کرنے کے منکر ہیں (جیسا کہ خاتمیت زمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ماننے سے متعلق حضرتؒ کی عبارات جو نمبر ۳ میں آرہی ہیں' اس سے بھی یہ بات واضح ہوگی) اس طرح حضرتؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت کا مجموعہ ثابت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" ماننے کے قائل ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر قسم کی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہیں' اسی لئے حضرتؒ نے فرمایا:

"خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں' بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی' افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔"
(مناظرہ عجیبہ ص:۵۰)

اب حضرت نانوتویؒ کے نزدیک آیت میں "خاتم النبیین" سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لینے کی چند صورتیں اور طریقے ہیں' جس کی مختصر تشریح درج ذیل ہے:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ (حضرت نانوتویؒ کے نزدیک خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لینے کی چند صورتوں میں سے:

۱:...... "یہ ہے کہ لفظ "خاتم" کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں' اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

۲:...... دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں' ان دونوں مذکورہ صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہوگی۔

۳:...... تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے' لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد تحذیر الناس (مطبع قاسم العلوم کراچی کے صفحہ ۱۶۱۵) پر حضرت نانوتویؒ نے جس کو خود اپنا مختار (مذہب) بتلایا ہے' وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں بیک وقت مراد لی جائیں' جس طرح کہ آیت کریمہ میں:

"انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن"

میں بیک وقت "رجس" سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں' بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں' جس قدر شراب کی نجاست

اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے' جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ ''خاتم النبیین'' سے ثابت ہے۔'' (فتوحات نعمانیہ مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ' صفحہ:۳۳۳)

''ختم نبوت'' سے متعلق حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے اس عمدہ و برحق موقف کے سمجھنے سے ان عبارات کا بھی با آسانی جواب مل جاتا ہے' جن پر تنقید کی جاتی ہے' مزید آپ فتوحات نعمانیہ کے مذکورہ صفحات ۳۳۱ تا ۳۴۰ ملاحظہ فرمائیں' جن میں مذکورہ تین صورتوں کے بعد ترتیب وار تمام ایسی عبارتوں کا جواب دیا گیا ہے۔

نیز حضرت نانوتویؒ کا مذکورہ موقف اور تحذیر الناس کی عبارات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے خود حضرت نانوتویؒ کی کتاب ''مناظرہ عجیبہ'' اور الحاج کامل الدین رتو کالوی کی کتاب ''دھول کی آواز'' کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں' اسی کتاب کے آخر میں کئی علماء و بزرگوں کی تصدیقات و فتاوی موجود ہیں' جس میں حضرت نانوتویؒ کے مذکورہ موقف کی خوب تحسین کی گئی ہے اور اختصاراً بہت ہی دل نشیں انداز میں ''ختم نبوت'' کی مذکورہ تقسیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ (تفصیل کے لئے علماء کی یہ تحریرات مطالعہ فرمائیں)

ان میں سے ایک عالم مولانا غریب اللہ صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

''(حضرت نانوتویؒ نے ثابت فرمایا ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتاً بھی اور زماناً بھی خاتم النبیین ہوئے اور آپ کی خاتمیت صرف زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے' جیسا کہ عام لوگوں و معترضین نے سمجھا ہے' اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے' بلکہ کامل سرداری' غایت رفعت اور انتہا درجہ کا شرف اسی وقت ثابت ہوگا جبکہ آپ کی خاتمیت ذات و زمانہ دونوں اعتبار سے ہو' ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء ہونے سے سیادت و رفعت نہ مرتبہ کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت و فضل کلی کا شرف حاصل ہوگا' اور یہ دقیق مضمون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت و رفعت' شان و عظمت کے بیان میں مولانا (محمد قاسم نانوتویؒ) کا مکاشفہ ہے۔ بعض معاندین و مخالفین نے مولانا (محمد قاسم نانوتویؒ) پر جھوٹ و افترا باندھ رکھا ہے اور بعض عبارتوں کو نقل کرکے جو ''بالفرض'' کے ساتھ مقید ہیں' وقوعی سمجھ کر کفر کا حکم لگایا ہے' حالانکہ فرضی اور وقوعی میں بون بعید کا فرق ہے۔''

(کتاب کامل رتو کالوی صفحہ:۱۲۲'۱۲۳)

اب رہی یہ بات کہ خاتمیت کی یہ تقسیم حضرت نانوتویؒ سے پہلے بھی کسی نے کی ہے؟ یا صرف حضرت نانوتویؒ نے ہی یہ تقسیم فرمائی ہے؟ تو یہی سوال مناظرہ عجیبہ میں مولوی عبدالعزیزؒ نے حضرت نانوتویؒ سے کیا اور حضرت نانوتویؒ نے اس کا جواب بھی تحریر فرمایا' مولوی عبدالعزیز صاحبؒ کے سوال کا خلاصہ یہ تھا:

''خاتمیت سے صرف زمانی خاتمیت مراد لینا مجمع علیہ ہے اور پھر اس اجماع کے خلاف کوئی اور معنی مراد لینا بدعت اور تفسیر بالرائے ہے۔''

حضرت نانوتویؒ نے جواب میں فرمایا:

اجی حضرت! مخالفت اجماع تو جب ہوتی ہے کہ جبکہ معارض معنی آخریت زمانی ہوتا' معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں' معارض ہوتا تو کجا؟ اگر مجمع علیہ امر کو تسلیم کرکے کوئی نکتہ زائدہ کہنا بدعت ہے تو میں کیا؟ تمام مفسرین اور حضرات صوفیہ کرام مبتدع ہوں گے۔'' (یہ سوال جواب مناظرہ عجیبہ صفحہ ۹۳ تا ۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

خلاصہ یہ کہ حضرتؒ خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور اسے متفق علیہ سمجھتے ہیں' لیکن اگر آپ ''خاتم النبیین'' میں فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نیا نکتہ بھی بیان فرمائیں' تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پہلے بھی کسی نے اس نکتہ کو بیان کیا ہو' لیکن بایں ہمہ کئی علماء' صوفیاء و محققین نے اس طرح باقاعدہ خاتمیت کی تقسیم کئے بغیر بعینہٖ وہی بات فرمائی ہے جو حضرت نانوتویؒ نے بیان فرمائی' چنانچہ علامہ بحر العلوم لکھنویؒ نے اپنی کتاب ''فتح الرحمٰن'' میں مثنوی شریف کے ایک شعر کی تشریح میں یہی مضمون بیان فرمایا ہے۔

مثنوی کا شعر یہ ہے:

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست

نے تو کوئی ختم صنعت بر تو است

اس شعر کی تشریح میں علامہ بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم است و خاتم الرسل لقب اوشدہ بجہت آنست الخ"۔

پوری فارسی عبارت فتوحات نعمانیہ صفحہ ۴۸۶ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں اسی کتاب سے علامہ لکھنوی کی اس مکمل عبارت کا اردو ترجمہ نقل کیا جارہا ہے:

"عارف رومی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم وعطا میں کوئی آپ کا مثل نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا' کیونکہ آپ کی بخشش عالم کے تمام آدمیوں کے لئے ہے' حتی کہ کوئی نبی اپنے کمال نبوت تک اور کوئی ولی کمال ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے اور آپ ہی تمام انبیاء واولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے ہیں (گویا افاضہ الٰہیہ کے لئے واسطہ کبریٰ ہیں' از فتوحات)...... اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تمام حقائق کو اور آپ کا کمال تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتب نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے' اس نے نبوت تشریع آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے' پس تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں فی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روحانیت (برکت) سے حاصل کرکے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا"۔

پھر مثنوی شریف کے دوسرے شعر:

"چونکہ در صنعت برد استاد دست الخ" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء واولیاء کے استاد ہیں اور سب پر بخشش کرنے والے ہیں اور اس جود و کرم میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے' اس واسطے صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔"

(دیکھئے فتوحات نعمانیہ ص ۴۸۴ تا ۴۸۷)

اس کے علاوہ ملا علی قاری' شیخ اکبر محی الدین ابن عربی امام عبدالوہاب شعرانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی کئی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے لفظ خاتم کو ختم نبوت زمانی میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ خاتم کے اس کے علاوہ اور بھی معنی مراد لئے ہیں' نیز بقول حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اس حدیث: "عن العرباض بن سارية رفعه انى عندالله لخاتم النبيين وان آدم لمنجدل فى طينه الخ" (جمع الفوائد) کے معنی بھی جب ہی صحیح ہوسکتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی تسلیم کی جائے۔

(دیکھئے فتوحات نعمانیہ ص ۵۴۸)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جناب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی منصب عطا ہوا ہے' وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے' میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب "جزاء اللہ عدوہ" کی عبارت پیش کرتا ہوں' فرماتے ہیں:

"نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہوچکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر' صغیر یا کبیر' جسمانی یا روحانی' دینی یا دنیوی' ظاہری یا باطنی' روز اول سے اب تک' اب سے قیامت تک' قیامت سے آخرت' آخرت سے ابد تک' مومن یا کافر' مطیع یا فاجر' ملک یا انسان' جن یا حیوان بلکہ ماسوی اللہ میں سے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی' اس کی کلی انہی کی جانب کرم سے کھلی' اور کھلتی ہے اور کھلے گی' انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی' یہ سر الوجود' واصل الوجود وخلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت ہیں ﷺ" (ص ۲۳)

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی' روحانی ہو یا جسمانی' خواہ وہ کسی مخلوق کو عطا فرمائی گئی ہو یا فرمائی جائے گی' بہرحال وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہوگی' اور چونکہ نبوت بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے' لہٰذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوئی ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے توسط سے عطا ہوئی ہے) اور یہی بعینہ مصنف "تحذیر الناس" (حضرت نانوتویؒ) کی تحقیق ہے' خواہ اپنی اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات وبالعرض نہ رکھیں' کچھ اور رکھ لیں' لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہے' اس میں کوئی فرق نہیں اور بحث عقیدہ کی ہے' نہ کہ عنوان اصطلاحی کی۔" (دیکھئے

فتوحات نعمانیہ ص:۵۰۴)

خلاصہ یہ کہ حضرت نانوتویؒ کے مذکورہ بالا مضمون کو دیگر علماً وصوفیاً کرام نے بھی اپنے اسلوب میں بیان فرمایا ہے۔

۴:...... حضرت نانوتویؒ کا مذکورہ موقف واضح ہو جانے کے بعد اب ان کی ایسی عبارات تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی' جن سے اجرائے نبوت کی نفی ظاہر ہو کیونکہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم تسلیم کرتے ہیں' اور ذات و مرتبہ کے اعتبار سے بھی زمانہ کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے بند اور ختم ہونے کے عقیدہ کا اثبات واقرار ان کے مذکورہ موقف سے بالکل واضح ہے۔

تاہم نمونہ کے طور پر چند عبارات پیش کی جاتی ہیں' جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہیں اور آپؐ کے بعد نبوت کے اجرا کی کلی طور پر نفی کے قائل ہیں۔ اس طرح کی کئی عبارات حضرت نانوتویؒ کی بیشتر تصانیف میں موجود ہیں' مثال کے طور پر "مناظرہ عجیبہ" کی پہلی سطر یہ ہے:

"حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب (جس میں ظاہر ہے کہ حضرت نانوتویؒ بھی داخل ہیں) کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپؐ اول المخلوقات ہیں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر حضرت نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں' بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی' افضلیت کا اقرار ہے' بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے' پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔" (تحذیر الناس ۷ مکتبہ قاسم العلوم کراچی)

پھر صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔"

حضرت نانوتویؒ اپنی ایک اور تصنیف "قبلہ نما" میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین' سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے' تو جس کا دین آخر ہوگا' وہی شخص سردار ہوگا' کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔" (صفحہ ۱۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات نعمانیہ)

نیز مناظرہ عجیبہ میں ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوقات ہیں بدلیل اول ما خلق اللہ نوری اور آخر الانبیاء ہیں بدلیل خاتم النبیین' پس نظیر ان علیہ السلام کا دونوں وصفوں میں ممتنع بالذات ہے۔" (صفحہ ۱۲۵ مکتبہ قاسم العلوم)

نیز فرماتے ہیں:

"جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہو جاتا ہے' ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے' اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر و متاخر ہے۔" (مکتوبات حضرت نانوتویؒ ص:۹۵)

مناظرہ عجیبہ میں محذورات ناسخ کے جواب میں حضرت نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"آپ ہی فرمائیں؟ تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا؟ اور کہاں باطل کیا؟ مولانا! میں نے تو خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں۔" (جوابات محذورات صفحہ: ۳۷ بحوالہ عقیدۃ الامت ص:۳۰)

نیز حضرتؒ فرماتے ہیں:

"جب حضرت خاتم النبیین' خاتم مراتب علیہ اور خاتم مراتب حکومت ہوئے تو نہ ان کی تعلیم کے بعد کوئی معلم' تعلیم آسمانی لے کر آئے اور نہ ان کے بعد اور کوئی حاکم' خدا کی طرف سے حکمنامہ لائے۔" (آریہ سماج کو جواب ترکی بہ ترکی ص ۵۱ مطبوعہ دیوبند بحوالہ عقیدۃ الامت)

حضرت نانوتویؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے نبی بنائے جانے کے احتمال کی مکمل نفی فرماتے ہیں اور جو شخص اسے نہ مانے اسے کافر قرار دیتے ہیں' حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اپنا دین و ایمان ہے (کہ) بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں' جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔" (مکتوبات صفحہ ۱۰۳ بحوالہ عقیدۃ الامت)

☆☆..........☆☆

واقعاتِ نزولِ عیسیٰؑ

صحیح احادیث کی روشنی میں

گزشتہ قسطوں میں نزول عیسیٰ (علیہ السلام) سے متعلق جو صحیح احادیث ذکر کی گئیں اور ان سے اور بعض دوسری صحیح احادیث سے جو تفصیلات ظاہر ہوتی ہیں' ان کو ترتیب کے ساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

قیامت کا دن اگرچہ معین ہے مگر ذات باری تعالیٰ کے ماسوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے اور اس کا وقوع اچانک ہوگا "وعندہ علم الساعۃ" (اور قیامت کا علم خدا ہی کو ہے) "حتی اذا جاء تھم الساعۃ بغتۃ" (حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت کی گھڑی آجائے گی) "لا تاتیھم الا بغتۃ" (قیامت ان پر نہیں آئے گی مگر اچانک) اور حدیث جبرئیل میں ہے "ما المسئول عنھا باعلم من السائل" (جبرئیلؑ نے کہا: قیامت کے بارے میں آپ سے زیادہ مجھے بھی علم نہیں' جو اجمالی علم آپ کو ہے' اسی قدر مجھ کو بھی ہے) اور ایک حدیث میں ہے: "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر: تسألونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ" (تم مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو تو اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے) البتہ قرآن عزیز اور احادیث صحیح نے چند ایسی علامات بیان کی ہیں جو قیامت کے قریب پیش آئیں گی اور ان سے صرف اس کے نزدیک ہو جانے کا پتہ چل سکتا ہے' ان "اشراط ساعت" میں سے ایک بڑی علامت حضرت مسیح (علیہ السلام) کا ملاء اعلیٰ سے نزول ہے' جس کی تفصیلات یہ ہیں:

"مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان سخت معرکہ' جنگ بپا ہو رہا ہوگا اور مسلمانوں کی قیادت وامامت سلالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہوگی جس کا لقب

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

"مہدی" ہوگا' اس معرکہ آرائی کے درمیان ہی میں مسیح ضلالت "دجال" کا خروج ہوگا' یہ نسلاً یہودی اور یک چشم ہوگا' کرشمہ قدرت نے اس کی پیشانی پر (ک' اُف' ر) کافر لکھ دیا ہوگا جس کو اہل ایمان فراست ایمانی سے پڑھ سکیں گے اور اس کے دجل وفریب سے جدا رہیں گے۔ یہ اول خدائی کا دعویٰ کرے گا اور شعبدہ بازوں کی طرح شعبدے دکھا کر لوگوں کو اپنی جانب توجہ دلائے گا' مگر اس سلسلہ کو کامیاب نہ دیکھ کر کچھ عرصے کے بعد "مسیح ہدایت" ہونے کا مدعی ہوگا' یہ دیکھ کر یہود بکثرت بلکہ قومی حیثیت سے اس کے پیرو ہو جائیں گے' اور یہ اس لئے ہوگا کہ یہود' مسیح ہدایت کا انکار کر کے ان کے قتل کا ادعاء کر چکے ہیں اور مسیح ہدایت کی آمد کے آج تک منتظر ہیں' اسی حالت میں ایک روز دمشق (شام) کی جامع مسجد میں مسلمان منہ اندھیرے نماز کے لئے جمع ہوں گے' نماز کے لئے اقامت ہو رہی ہوگی اور مہدی موعود امامت کے لئے مصلیٰ پر پہنچ چکے ہوں گے کہ اچانک ایک آواز سب کو اپنی جانب متوجہ کر لے گی' مسلمان آنکھ اٹھا کر دیکھیں گے تو سپید بادل چھایا ہوا نظر آئے گا اور تھوڑے سے عرصہ میں یہ مشاہدہ ہوگا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) دو زرد حسین چادروں میں لپٹے ہوئے اور فرشتوں کے بازوؤں پر سہارا دیئے ہوئے ملاء اعلیٰ سے اتر رہے ہیں' فرشتے ان کو مسجد کے منارۂ شرقی پر اتار دیں گے اور واپس چلے جائیں گے' اب حضرت عیسیٰ کا تعلق کائنات ارضی کے ساتھ

دوبارہ وابستہ ہوجائے گا اور وہ عام قانون فطرت کے مطابق محض مسجد میں اترنے کے لئے سیڑھی کے طالب ہوں گے' فوراً تعمیل ہوگی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز کی صفوں میں آکھڑے ہوں گے' مسلمانوں کا امام (مہدی موعود) ازراہ تعظیم پیچھے ہٹ کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے امامت کی درخواست کرے گا۔ آپ فرمائیں گے کہ یہ اقامت تمہارے لئے کہی گئی ہے' اس لئے تم ہی نماز پڑھاؤ' فراغت نماز کے بعد اب مسلمانوں کی امامت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے ہاتھوں میں آجائے گی اور وہ حربہ لے کر مسیح ضلالت (دجال) کے قتل کے لئے روانہ ہوجائیں گے اور شہر پناہ کے باہر اس کو باب لد پر مقابل پائیں گے' دجال سمجھ جائے گا کہ اس کے دجل اور زندگی کے خاتمہ کا وقت آپہنچا' اس لئے خوف کی وجہ سے رانگ کی طرح پگھلنے لگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر اس کو قتل کردیں گے اور پھر جو یہود دجال کی رفاقت میں قتل سے بچ جائیں گے' وہ اور عیسائی سب اسلام قبول کرلیں گے اور مسیح ہدایت کی سچی پیروی کے لئے مسلمانوں کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آئیں گے' اس کا اثر مشرک جماعتوں پر بھی پڑے گا اور اس طرح اس زمانہ میں اسلام کے ماسوا کوئی مذہب باقی نہیں رہے گا۔

ان واقعات کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھیں گے' حضرت مسیح (علیہ السلام) کا دور حکومت چالیس سال رہے گا اور اس درمیان میں وہ ازدواجی زندگی بسر کریں گے اور ان کے دور حکومت میں عدل و انصاف اور خیر و برکت کا یہ عالم ہوگا کہ بکری اور شیر ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے اور بدی اور شرارت کے عناصر دب کر رہ جائیں گے۔" (ماخوذ از صحیح احادیث عن ابن عساکر فی تاریخہ)

وفات مسیح علیہ السلام:

چالیس سالہ دور حکومت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوجائے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوں گے' حضرت ابوہریرہؓ کی طویل حدیث میں ہے:

"فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ."

ترجمہ: "پھر وہ کائنات ارضی پر اتر کر چالیس سال قیام کریں گے اور اس کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور ان کو دفن کردیں گے۔" (اس سے قبل یہ حدیث مکمل نقل کی گئی ہے' اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں' امام احمد نے مسند میں' ابوداؤد نے سنن میں' ابن جریر نے تفسیر میں اور ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے)

اور ترمذی نے بسند حسن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام کے سلسلہ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

"قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسیٰ بن مریم یدفن معہ."

(تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۸۴)

"عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت (حلیہ و سیرت) مذکور ہے اور یہ بھی مسطور ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) ان کے ساتھ (پہلو میں) دفن ہوں گے۔"

ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیداً:

سورۂ مائدہ میں حضرت مسیح (علیہ السلام) کے مختلف حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے' پھر آخر سورت بھی ان ہی کے تذکرہ پر ختم ہوتی ہے' اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اول قیامت کے اس واقعہ کا نقشہ کھینچا ہے' جب انبیاء علیہم السلام سے ان کی امتوں کے متعلق سوال ہوگا اور وہ غایت ادب سے اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے اور عرض کریں گے کہ خدایا! آج کا دن تو نے اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ ہر معاملہ میں حقائق امور کے پیش نظر فیصلہ سنائے اور ہم چونکہ صرف ظواہر ہی پر کوئی حکم لگا سکتے ہیں اور قلوب اور حقائق کا دیکھنے والا تیرے سوا کوئی نہیں' اس لئے آج ہم کیا شہادت دے سکتے ہیں؟ صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں' تو علام

الغیوب ہے‘ اس لئے تو ہی سب کچھ جانتا ہے۔

”وہ دن (قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کرے گا‘ پھر کہے گا: تم (اپنی اپنی امتوں کی جانب سے) کیا جواب دیئے گئے؟ وہ پیغمبر کہیں گے: (تیرے علم کے سامنے) ہم کچھ نہیں جانتے بلاشبہ تو ہی غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔“ (سورۂ مائدہ)

ظاہر ہے کہ انبیاً علیہم السلام کا ”لا علم لنا“ فرمانا علم حقیقی کی نفی پر ہی مبنی ہوگا‘ یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ درحقیقت اپنی امتوں کے جواب سے لاعلم ہیں کہ کس نے ایمان کو قبول کیا؟ اور کس نے انکار کیا؟ کیونکہ جواب کا مقصد اگر یہ ہو تو یہ صریح جھوٹ اور کذب بیانی ہے اور انبیاً علیہم السلام کی جانب اس عمل بد کی نسبت ناممکن ہے‘ اس لئے انبیاً علیہم السلام کا یہ جواب مسطورۂ بالا حقیقت کے ہی پیش نظر ہوگا۔ ظاہر حالات کے علم سے انکار پر مبنی نہیں ہوگا‘ اس کے لئے خود قرآن عزیز ہی شاہد عدل ہے کیونکہ وہ متعدد جگہ یہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن انبیاً علیہم السلام اپنی اپنی امتوں پر شہادت دیں گے کہ ہم نے ان تک خدا کا پیغام پہنچادیا تھا اور یہ کہ انہوں نے ہماری دعوت کو قبول کیا یا رد کردیا‘ تو ان ہر دو مقامات پر نظر رکھنے کے بعد یوں کہا جائے گا کہ پاس ادب کے طریقہ پر اول انبیاً علیہم السلام کا یہی جواب ہوگا جو سورۂ مائدہ میں مذکورہ ہے لیکن جب ان کو خدائے برتر کا یہ حکم ہوگا کہ وہ صرف اپنے علم کے مطابق شہادت دیں‘ تب وہ شہادت دیں گے۔

”پھر (اے پیغمبر!) کیا حال ہوگا اس دن (یعنی قیامت کے دن) جب ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ طلب کریں گے (یعنی اس کے پیغمبر کو طلب کریں گے جو اپنی امت کے اعمال و احوال پر گواہ ہوگا) اور ہم تمہیں بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے طلب کریں گے۔“

(سورۂ نساء)

”اور لائے جائیں (قیامت کے دن) انبیاً اور شہداء اور فیصلے کیا جائے گا ان لوگوں کے درمیان اچھائی اور برائی کا حق کے ساتھ۔“ (سورۂ زمر)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے بھی ”لا علم لنا“ کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:

”حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) آیت یوم یجمع اللہ الرسل (الآیہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: انبیاً علیہم السلام رب عزوجل سے عرض کریں گے ہم کو کوئی علم نہیں مگر ایسا علم کہ جس کے متعلق تو ہم سے بہتر جانتا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر جلد اول)

اور شیخ المحققین علامہ سید انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) آیت کے جملہ ”لا علم لنا“ کو علم حقیقی کے انکار پر محمول کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”یہ بات مسلم ہے کہ ایک انسان کو...... خواہ وہ کسی درجہ اور رتبہ کا ہو...... دوسرے انسان کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہوتا ہے‘ وہ علم حقیقی کے لحاظ سے ”ظن“ کے درجہ سے آگے ”علم“ تک نہیں پہنچتا‘ اسی بنا پر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”نحن نحکم بالظواہر واللہ متولی السرائر“ ہم ظاہر معاملات پر حکم لگاتے ہیں اور بھیدوں اور حقیقتوں پر تو صرف خدا کو ہی قابو حاصل ہے‘ نیز ایک دوسری حدیث میں ہے‘ ذات اقدس نے ارشاد فرمایا: تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو اور بعض تم میں سے زیادہ چرب زبان ہوتے ہیں اور مجھ کو علم غیب نہیں ہے کہ حقیقت سے آگاہ ہو جایا کروں‘ اس لئے جو بھی فیصلہ دیتا ہوں ظاہر حالات پر ہی دیتا ہوں‘ تو یاد رہے کہ جو شخص بھی اپنی چرب زبانی سے کسی بھائی کا ادنیٰ سا ٹکڑا بھی ناحق حاصل کرے گا‘ وہ بلاشبہ جہنم کا ٹکڑا حاصل کرے گا۔“

(عقیدۃ الاسلام ص:۱۹۵)

بہر حال قرآن عزیز احادیث رسول‘ آثار صحابہ اور اقوال علماً سب یہی ظاہر کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر انبیاً علیہم السلام کا جواب ”عدم علم“ کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ ازراہ پاس ادب ”حقیقی علم پر انکار“ کو واضح کرتا ہے۔

غرض ذکر یہ تھا کہ اصل مقام پر اجمل تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا ہو رہا ہے جو قیامت میں پیش آئے گا جبکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے انعامات شمار کرانے کے بعد ان سے ان کی امت کے متعلق سوال کرے گا اور وہ حسب حال جوابات پیش کریں گے مگر سابق آیات میں چونکہ دوسرے

مطالب ذکر ہوئے تھے اس لئے ان سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے تمہیداً قیامت میں ہونے والے اس سوال و جواب کا ذکر ضروری ہوا جو عام طور پر انبیاء علیہم السلام سے ان کی امتوں کے متعلق کئے جائیں گے اور اس لئے بھی یہ تذکرہ ضروری تھا کہ اگلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کا ابتدائی بیان بھی انبیاء علیہم السلام کے جواب کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے:

”اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم سے کہے گا ”کیا تو نے لوگوں (بنی اسرائیل) سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دونوں کو اللہ کے ماسوا خدا بنالینا“ عیسیٰ کہیں گے: پاکی تجھ کو ہی زیبا ہے میرے لئے کیسے ممکن تھا کہ میں وہ بات کہتا جو کہنے کے لائق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات ان سے کہی ہوتی تو یقیناً تیرے علم میں ہوتی (اس لئے کہ) تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں تیرا بھید نہیں پاسکتا' بلاشبہ تو غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے' میں نے اس بات کے ماسوا جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا ان سے اور کچھ نہیں کہا' وہ یہ کہ صرف اللہ ہی کی پوجا کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور میں ان پر اس وقت تک کا گواہ ہوں جب تک میں ان کے درمیان رہا' پھر جب تو نے مجھ کو قبض کرلیا' تب تو ہی ان پر نگہبان تھا' اور تو ہر چیز پر گواہ ہے' اگر تو ان سب کو عذاب پہنچائے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے' پس تو ہی بلاشبہ غالب' حکمت والا ہے۔“

(سورۂ مائدہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنا جواب دے چکیں گے تب اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمائے گا:

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں راست بازوں کی راست بازی ہی کام آسکتی ہے' ان ہی کے لئے بہشت ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی (کا مقام اعلیٰ پائیں گے) یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔“ (سورۂ مائدہ)

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا جواب ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت شان کے عین مطابق ہے' وہ پہلے بارگاہ رب العزت میں عذر خواہ ہوں گے کہ یہ کیسے ممکن تھا کہ میں ایسی نامناسب بات کہتا جو قطعاً حق کے خلاف ہے: ”سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق“ پھر پاس ادب کے طور پر خدا کے علم حقیقی کے سامنے اپنے علم کو ہیچ اور بے علمی کے مرادف ظاہر کریں گے: ”ان کنت قلته فقد علمته تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب“ اور پھر امت نے اس دعوت حق کا جواب کیا دیا؟ اس کے متعلق ظاہر امور کی شہادت کا بھی اس اسلوب کے ساتھ ذکر کریں گے جس میں ان کی شہادت خدا کی شہادت کے مقابلہ میں بے وقعت نظر آئے: ”وکنت علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شہید“ اور اس کے بعد یہ جانتے ہوئے کہ امت میں مومنین قانتین بھی ہیں اور منکرین جاحدین بھی' وقوع عذاب اور طلب مغفرت کا اس انداز میں ذکر کریں گے جس سے ایک جانب خدا کے مقرر کردہ پاداش عمل کے قانون کی خلاف ورزی بھی مترشح نہ ہو اور دوسری جانب امت کے ساتھ رحمت و شفقت کے جذبہ کا جو تقاضا ہے وہ بھی پورا ہوجائے: ”ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم“ جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) عرض داشت یا جواب کے مضمون کو ختم کرچکے تو رب العالمین نے اپنے قانون عدل کا یہ فیصلہ سنادیا تاکہ مستحق رحمت و مغفرت کو مایوسی نہ پیدا ہو بلکہ مسرت و شادمانی سے ان کے قلوب روشن ہوجائیں اور مستحق عذاب غلط توقعات قائم نہ کرسکیں: ”قال اللہ ھذا یوم ینفع الصدقین صدقہم“ (الآیہ)

ان تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ آیات زیر بحث کا سیاق و سباق صراحت کرتا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے روز پیش آئے گا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ملاء اعلیٰ پر اٹھالئے جانے کے وقت پیش نہیں آیا۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی ابتداء ”یوم یجمع اللہ الرسل“ (الآیہ) سے کرنا اور انتہاء واقعہ ”ھذا یوم ینفع الصدقین صدقہم“ (الآیہ) پر ہونا روز قیامت کے ماسوا اور کسی دن پر صادق نہیں آسکتا اور اس ایک قطعی بات کے علاوہ دوسرے کسی احتمال کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔

نیز یہ تفصیلات واضح کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنی امت کے قبول و انکار کے

ختم نبوۃ

حالات سے آگاہی کے باوجود آیات مائدہ میں مذکور اسلوب بیان اس لئے اختیار فرمائیں گے کہ دوسرے انبیأ و رسل (علیہم السلام) بھی مقام کی نزاکتِ حال اور رب العزت کے دربار میں غایتِ پاس ادب کے لئے یہی اسلوب بیان اختیار فرمائیں گے۔

اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اور دیگر انبیأ علیہم السلام کے جوابات میں اسلوب بیان کی یکسانیت کے باوجود اجمال و تفصیل کا فرق صرف اس لئے ہے کہ زیر بحث آیات میں اصل مقصود حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی امت کے قبول و انکار اور ان کے نتائج و ثمرات کا تذکرہ ہے اور انبیأ علیہم السلام کا ذکر صرف واقعہ کی تمہید کے طور پر ہے۔

حقیقتِ حال کے اس انکشاف کے بعد اب جمہور امتِ مسلمہ کے خلاف خلیفہ قادیانی مسٹر محمد علی لاہوری کی تحریف معنوی بھی قابل مطالعہ ہے، کہتے ہیں کہ سورۂ مائدہ میں مذکور حضرت عیسیٰ ؑ اور پروردگار عالم کا یہ سوال و جواب اس وقت پیش آچکا جب حضرت عیسیٰ ؑ کی نعش ملنے پر شاگردوں نے ان کا علاج کرکے (انہیں بھلا) چنگا کرلیا اور پھر وہ شام سے فرار ہو کر مصر اور مصر سے کشمیر پہنچے اور گمنامی کی حالت میں انتقال فرماگئے۔ مسٹر لاہوری نے اپنے دعوے میں دو دلائل پیش کئے ہیں: ایک یہ کہ عربیت کے قاعدے سے لفظ "اذ" ماضی کے لئے مستعمل ہے نہ کہ مستقبل کے لئے اور دوسری دلیل یہ کہ اگر جمہور کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح کا انتقال نہیں ہوا اور وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے تو ضروری ہے کہ ان کو اپنی امت (نصاریٰ) کے عقیدۂ الوہیت مسیح اور تثلیث کا علم ہو چکا ہوگا کیونکہ نصاریٰ نے ان کے رفع کے زمانہ تک تثلیث کو نہیں اپنایا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا جواب ایسے اسلوب پر نہ ہوتا جس سے ان کی لاعلمی ظاہر ہوتی ہے۔

مسٹر لاہوری نے قرآن کے تحریفِ معنوی پر یہ اقدام یا تو اس لئے کیا کہ اپنے مرشد حقیقی قادیان (علیہ ماعلیہ) کے دعویٰ مسیحیت کو قوت پہنچائیں اور مغالطہ اور سفسطہ سے کام لے کر "خسران مبین" کا سامان مہیا کریں اور یا پھر وہ قواعد عربیت سے اس درجہ ناواقف ہیں کہ نہ ان کو نحو کے معمولی استعمالات ہی کا علم ہے اور نہ وہ آیاتِ قرآنی کے سیاق و سباق کا ہی کچھ درک رکھتے ہیں اور صرف جاہلانہ دعاوی پر دلیر نظر آتے ہیں۔

جن قوانین عربیت میں "اذ" اور "اذا" کے درمیان یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ "اذ" اگر فعل مستقبل پر بھی داخل ہو تب بھی "ماضی" کے معنی دیتا ہے اور "اذا" اگرچہ فعل ماضی پر بھی داخل ہو تب بھی مستقبل کے معنی دیا کرتا ہے ان ہی قوانین میں علمأ معانی و بلاغت یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی گزرے ہوئے واقعہ کو اس طرح پیش کرنے کے لئے کہ گویا وہ زمانہ حال میں پیش آرہا ہے صیغہ مستقبل سے تعبیر کرلیا کرتے ہیں یعنی اس کے لئے "اذ" کا استعمال جائز رکھتے بلکہ مستحسن سمجھتے اور اس کو "استحضار" اور "حکایت الحال" کہتے ہیں اور اسی طرح مستقبل میں ہونے والے ایسے واقعہ کو جس کے وقوع سے متعلق یہ یقین دلانا ہو کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا اور ناممکن ہے کہ اس کے خلاف ہو سکے، اکثر ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا مستحسن سمجھتے ہیں بلکہ بلاغتِ تعبیر کے لحاظ سے ضروری اور مفید یقین کرتے ہیں، کیونکہ اس طرح مخاطب اور سامع کے سامنے ہونے والے واقعہ کا نقشہ اس طرح آجاتا ہے گویا وہ ہو گزرا ہے اور یہ بھی "استحضار" ہی کی ایک صورت سمجھی جاتی ہے، دور کیوں جایئے؟ لفظ "اذ" کا استعمال مستقبل کے لئے خود قرآن عزیز میں متعدد مقامات پر ثابت ہے۔

سورۂ انعام میں قیامت کے دن مجرموں کی کیا کیفیت ہوگی، اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا گیا ہے:

"ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا نرد ولا نکذب بایٰت ربنا ونکون من المؤمنین". (الانعام)

ترجمہ: "اور کاش کہ تو دیکھے جس

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار، میٹھادر، کراچی

وقت کہ وہ کھڑے کئے جائیں گے آگ (جہنم) کے اوپر‘ پس کہیں گے اے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جائیں دنیا میں اور نہ جھٹلائیں ہم اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہو جائیں ہم ایمان والوں میں سے۔“

اور اسی سورۂ انعام میں روز قیامت مجرموں کی حالت کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

”ولو تری اذ وقفوا علی ربھم قال الیس ھذا بالحق قالوا بلیٰ وربنا قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔“ (الانعام)

ترجمہ:”اور کاش کہ تو دیکھے‘ جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے‘ تو (پروردگار) کہے گا: کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: قسم ہے پروردگار کی! یہ (روز حشر) حق اور سچ ہے‘ بس (پروردگار) کہے گا: تو چکھو اس کے بدلہ میں عذاب جو تم کفر کیا کرتے تھے۔“

اور ان ہی مجرمین کی روز قیامت حالت کا نقشہ سورۂ سبا میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”ولو تری اذ فزعوا فلا فوت واخذوا من مکان قریب وقالوا اٰمنا بہ۔“ (سبا)

ترجمہ:”اور کاش کہ تو دیکھے جبکہ وہ (منکرین) گھبرائیں گے‘ پس نہیں بھاگ سکیں گے اور پکڑے جائیں گے قریب سے اور کہیں گے ہم (اب) اس پر ایمان لے آئے۔“

اور سورۂ سجدہ میں اس حقیقت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

”ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسھم عند ربھم۔“

ترجمہ:”اور کاش کہ تو دیکھے جبکہ مجرم اپنے سر نیچے ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے۔“

یہ اور اسی قسم کے متعدد مقامات ہیں جن میں مستقبل کے واقعات کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا اور اس لئے لفظ ”اذ“ کا استعمال مفید سمجھا گیا‘ پس جس طرح ان مقامات میں ”اذ وقفوا‘ قال‘ قالوا‘ اذ فزعوا‘ واخذوا‘ اذ المجرمون ناکسوا“ تمام افعال لفظ ”اذ“ کے باوجود مستقبل کے معنی دے رہے ہیں‘ اسی طرح ”اذ قال اللہ یٰعیسی“ کے استعمال کو مستقبل کے لئے سمجھئے اور جس طرح ان تمام مقامات کے سیاق و سباق دلالت کر رہے ہیں کہ ان واقعات کا تعلق روز

HB ®
TRUSTABLE MARK
Hameed ® BROS JEWELLERS
3, Mohan Tarrace Sharhah-e-iraq Saddar Karachi. Code: 74400
Phone : 5675454, 5215551 Fax : (092-21) -5671503

قیامت سے ہے' ٹھیک آیات مائدہ کی زیر بحث آیات کا سیاق و سباق صراحت کر رہا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔

قاعدۂ عربیت کی اس حقیقت افروز تحقیق کے بعد مسٹر لاہوری کی دوسری دلیل پر نظر ڈالئے تو وہ اس سے بھی زیادہ بھر نظر آئے گی اس لئے کہ گزشتہ تحقیق سے یہ واضح ہو چکا کہ سورۂ مائدہ کی آیات زیر بحث میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا جواب ہرگز اس بات پر مبنی نہیں ہے کہ ان کو اپنی امت کی گمراہی کا علم نہیں ہوگا اور وہ اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے' ایک مرتبہ ان آیات پر پھر غور کر دیکھے تو صاف نظر آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل جواب صرف یہ ہے "ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربي وربكم" اور اول و آخر باقی آیات میں یا جواب کے مناسب حال تمہید ہے اور یا اللہ تعالیٰ کی جلالت و جبروت اور اپنی بے چارگی و درماندگی بلکہ عبودیت کا اظہار ہے جس میں ایک جلیل القدر پیغمبر کی شان کے مناسب حضرت القدس کے سامنے شہادت پیش کی گئی ہے' علاوہ ازیں اگر مسٹر لاہوری کا یہ قول صحیح مان لیں کہ حضرت عیسیٰ کے رفع سماوی تک نصاریٰ نے چونکہ تثلیث کا عقیدہ اختیار نہیں کیا تھا' اس لئے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا' تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ سوال کیا معنی رکھتا ہے: "ء انت قلت للناس اتخذوني وامي الهين من دون الله" کیا العیاذ باللہ! اس کا یہ مطلب نہ ہوا کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر جھوٹا الزام لگایا؟ پھر یہ کیا کم حیرت کی بات ہے کہ قادیانی اور لاہوری ایک جانب تو یہ کہہ رہے ہیں مگر اس کے قطعاً متضاد

"آئینہ کمالات" میں (مرزا غلام احمد) قادیانی نے یہ کہا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو یہ معلوم ہوا اور اس کو بتایا گیا کہ اس کی امت کس طرح شرک میں مبتلا ہوگی' تب عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: خدایا! تو میرا مثیل نازل فرما تاکہ میری امت اس شرک سے نجات پائے اور تیری ہی پرستار بنے:

"ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا"

حقیقت یہ ہے کہ (مرزا غلام احمد) قادیانی اور (مسٹر محمد علی) لاہوری کی تفسیر کا معیار یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن کی آیات کے مطالب قرآن کی زبان سے سننا چاہتے ہیں بلکہ پہلے سے ایک باطل عقیدہ کو عقیدہ بناتے ہیں اور پھر اس کے سانچے میں قرآن کو ڈھالنا چاہتے ہیں اور جب قرآن اس سانچے میں ڈھلنے سے انکار کرتا ہے تو تحریف کے حربہ سے زبردستی اس پر مشق ستم کرنا چاہتے ہیں' مگر وہ ایسا کرتے وقت حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ قرآن امت کی ہدایت کے لئے رہتی دنیا تک امام الہدیٰ ہے۔ اس لئے کوئی ملحد و زندیق خواہ کتنی ہی تحریف معنوی کی کوشش کرے' ہمیشہ ناکام اور خاسر رہے گا اور خود قرآنی اطلاقات ہی اس کے عقیدہ و فکر کے بطلان کے لئے ناطق ہوں گے بلکہ

"بمصداق دروغ گو را حافظہ نہ باشد" وہ اکثر اپنے ہی متضاد اقوال کی بھول بھلیوں میں پھنس کر اپنی کذب بیانی اور تفسیری افترا پر مہر لگا لیتا ہے' جس کی تازہ شہادت ابھی سطور بالا میں نقل ہو چکی ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ مذاہب اربعہ

مختصر الخلیل: ابوعبداللہ محمد الخرشیؒ (م:۱۱۰۱ھ)۔

فقہ شافعی پر: المجموع شرح المہذب' الروضۃ: نوویؒ (م:۶۷۶ھ) ابتہاج' التحقیق فی رسالۃ التعلیق' تکملہ المجموع: تقی الدین سبکیؒ (م:۷۵۶ھ) منہج الطلاب' اسنی المطالب فی شرح روض الطالب: ابویحییٰ زکریا انصاریؒ (م:۹۲۶ھ) تحفۃ المحتاج شرح المنہاج' الفتاوی الہیثمیہ: ابن حجر ہیثمیؒ (م:۹۹۵ھ) عمدۃ الرابح' شرح البہجۃ الوردیۃ: شمس الدین رملیؒ (م:۱۰۰۴ھ)۔

فقہ حنبلی پر: فتاویٰ ابن تیمیہ' السیاسۃ الشرعیہ۔ زاد المعاد' اعلام الموقعین' تہذیب سنن ابی داؤد: ابن قیم جوزیؒ (۶۹۱/۷۵۱ھ) شرح القناع' شرح المنتہیٰ' شرح زاد المستقنع: منصور ابن یونس البہوتیؒ (۱۰۰۰/۱۰۵۱ھ)۔

☆☆..........☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA & SONS JEWELLERS
ASJ
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
GOLD, SILVER, BUYERS, SELLERS & ORDER SUPPLIERS
SHOP: 85, KUNDAN STREET, SARAFA BAZAR, MITHADER, KARACHI. PHONE: 7514972

تاریخ تدوین فقہ اسلامی

دوسری قسط

مذاہب اربعہ کا مختصر تعارف

مولانا محمد ابراہیم قاسمی

مذاہب اربعہ

فقہ حنفی:

اس کے بانی اور مؤسس امام ابو حنیفہؒ ابن ثابت زوطی کوفی (۸۰/۱۵۰ھ) ہیں آپ نے وقت کے ممتاز علماء و محدثین سے حدیث فقہ کی تعلیم حاصل کی فقہ کی تعلیم خصوصیت کے ساتھ ۱۸ سال ابراہیم نخعیؒ کے مسند نشین حماد ابن ابی سلیمانؒ سے حاصل کی فقہ و اجتہاد میں غضب کا کمال پیدا کیا' یہاں تک کہ امام شافعیؒ یہ کہنے پر مجبور ہوئے: "الناس فی الفقہ عیال لابی حنیفة" آپ ہی کے سر تدوین فقہ میں سبقت اور اولیت کا سہرا ہے اور فقہ کو باب در باب' فصل در فصل مرتب کرنے کا شرف حاصل ہے۔

تدوین فقہ کا طریقہ:

تدوین فقہ کا کام نہایت اہم اور پر مشقت تھا' کوئی معمولی اور سرسری نہیں تھا اس لئے امام صاحب نے چالیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جو مختلف علوم و فنون کے ماہرین تھے جو خصوصی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے' غیر معمولی حافظہ' قوت استنباط' مجتہدانہ و متفقہانہ طبیعت کے مالک اور زہد و تقویٰ' اخلاص وللہیت کے پیکر تھے۔ ان میں قاضی ابو یوسف' امام محمد' امام زفر' یحییٰ بن ابی زائدہ' عافیہ' حفص ابن غیاث' داؤد طائی' حبان' قاسم ابن معن رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں:

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی باب کا کوئی مسئلہ یا پیش آمدہ مسئلہ اس کمیٹی میں پیش کیا جاتا' اس پر کھل کر بحث و تحقیق ہوتی' ہر ایک آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرتا' جب کسی ایک رائے پر سب کا اتفاق ہو جاتا تو امام صاحب' ابو یوسف یا کسی اور سے کہتے کہ اسے فلاں باب میں لکھ دو' کبھی ایک ہی مسئلہ پر مہینوں تک بحث چلتی رہتی' اگر اتفاق ہوتا تو لکھا جاتا' ورنہ ہر ایک کی رائے لکھ دی جاتی۔

امام شعرانیؒ لکھتے ہیں:

"جب کوئی واقعہ درپیش ہوتا تو امام صاحبؒ اپنے اصحاب سے رائے مشورہ' بحث و مباحثہ اور تبادلۂ خیال کرتے' سب سے پہلے ان کے اصحاب کے پاس حدیث کا جو ذخیرہ ہوتا' اسے سنتے اور اپنا ذخیرۂ حدیث پیش کرتے' اس کے بعد ایک ماہ یا اس سے زیادہ بحث چلتی' جب آخری بات طے پا جاتی تو امام ابو یوسف اسے قلم بند کرتے' اس طرح شورائی طور پر اصول و ضوابط طے اور منضبط ہوئے' تنہا اپنی کوئی ذاتی رائے قائم نہیں کی۔"

(فتاوی دار العلوم ص:۶۸)

فقہ حنفی کے اصول وما آخذ:

امام ابو حنیفہ مسائل و احکام کی تلاش و جستجو میں سب سے پہلے قرآن' پھر حدیث اس کے بعد خلفاً راشدین کے فتاویٰ و اقوال' پھر بقیہ صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ و اقوال پر استناد کرتے ہیں' اس کے بعد اجتہاد کرتے ہیں' آثار صحابہ پر قیاس و اجتہاد کو ترجیح نہیں دیتے۔

ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ خط کے ذریعہ استفسار کیا کہ آپ قیاس کو اثر پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ اس پر امام صاحب نے جواب دیا:

"انما اعمل اولاً بکتاب اللہ' ثم بسنة رسولہ' ثم باقضیة ابی بکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ' علیؓ ثم باقضیة بقیة الصحابة' ثم اقیس بعد ذلک۔" (کتاب الام ص:۱۱ شافعی)

اگر قیاس امت کے حق میں مفید نہیں ثابت ہوتا ہے' تو استحسان کو اختیار کرتے ہیں' اس کے بعد لوگوں کے عرف و عادات کا اعتبار کرتے ہیں' بشرطیکہ شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ اس طور پر کل سات اصول ما آخذ ہوتے ہیں:

(۱)قرآن، (۲)حدیث، (۳)فتاویٰ صحابہ، (الف)خلفاءِ راشدینؓ، (ب)بقیہ صحابہؓ، (۴)اجماع کی قولی و سکوتی دونوں قسمیں، (۵)قیاس، (۶)استحسان، (۷)عرف وعادات۔

امام صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ:

امام ابو یوسفؒ (۱۱۳/۱۸۲): آپ امام صاحب کے تلامذہ میں سب سے ممتاز تھے، امام صاحب کے بعد آپ ہی مسند نشین ہوئے، فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں آپ کا سب سے اہم کردار ہے، آپ کی تصنیف کتاب الخراج بہت مشہور ہے۔

امام محمدؒ (۱۳۲/۱۸۹): فقہ حنفی کا دارومدار انہیں کی کتابوں پر ہے، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر، سیر کبیر ان کی اہم تصانیف ہیں جنہیں ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے۔

امام زفرؒ (۱۱۰/۱۵۸): انہیں قیاس واجتہاد میں تمام تلامذہ پر فوقیت حاصل تھی۔ ان کے متعلق امام صاحب فرماتے: ''اقیس اصحابی'' ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔

حسن ابن زیادؒ (۲۰۴): انہوں نے امام صاحبؒ سے روایت نقل کی ہے، مگر ان کا وہ مقام نہیں ہے، جو ظاہر الروایہ کا ہے۔

عافیہ بن یزیدؒ: یہ مجلس تدوین کے اہم ممبر تھے، ان کے متعلق امام صاحبؒ فرماتے: جب تک عافیہ مجلس میں نہ آجائیں، اس وقت تک کسی مسئلہ کو نہ لکھوان کے علاوہ قاسم ابن معن (م:۱۷۵)، علی ابن المسہر (م:۱۸۹)، حبان (م:۱۷۲)، مندل (م:۱۶۸)، قابل ذکر ہیں۔

اس دور کے وسط اور آخر میں جنہوں نے فقہ حنفی کی ترویج میں حصہ لیا اور کتابیں لکھیں، ان میں: احمد ابن عمر الخصافؒ (م:۲۶۱) کی کتاب الخراج، کتاب الحیل، کتاب الوصایا، الاسعاف فی احکام الاوقاف، احمد بن محمد ابوجعفر طحاویؒ (۲۳۰/۳۲۱ھ) کی احکام القرآن، مشکل الآثار، المختصر، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، اختلاف الفقہاء، ابوالحسن عبداللہ کرخیؒ (۲۶۰/۳۴۰ھ) کی کتاب المختصر، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر بہت مشہور ہیں۔

فقہ مالکی:

اس کی بنیاد امام مالک ابن انسؒ نے ڈالی۔ آپ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ تعلیم مدینہ ہی میں رہ کر حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں عبدالرحمن بن ہرمزؒ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ابن شہاب زہریؒ، ربیعۃ الرائےؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ آپ فقہ و حدیث دونوں کے امام ہیں۔ حدیث میں شاہکار تصنیف الموطا ہے۔

فقہ مالکی کے اصول وماخذ:

(۱) کتاب، (۲) سنت رسول، (۳) اقوال صحابہ، اگر کسی صحابی کا قول ہو اور وہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو تو وہ قیاس پر مقدم ہے، (۴) عمل اہل مدینہ، یہ امام مالک کے نزدیک خبر واحد اور قیاس پر مقدم ہے، (۵) اجماع، (۶) قیاس، (۷) استحسان، (۸) عرف اور (۹) سد ذرائع، مصالح مرسلہ۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے۔

امام مالک کے ممتاز تلامذہ:

ابوعبداللہ عبدالرحمن ابن قاسمؒ (م:۱۹۱) امام مالکؒ سے دس سال تک فقہ کی تعلیم حاصل کی، المدونۃ کی تصحیح اور نظر ثانی کی، مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے۔ ابو محمد عبداللہ ابن وہبؒ (۱۲۵/۱۹۷) امام مالکؒ کے ساتھ رہ کر بیس سال تک تعلیم حاصل کی، فقہ مالکی کی تدوین اور مصر میں ترویج واشاعت میں اہم کردار ہے۔ اس ابن فراتؒ (م:۲۱۳)، اشہب ابن عبدالعزیز عامریؒ (۱۵۰/۲۰۴)، ابو محمد عبداللہ ابن عبدالحکمؒ (م:۲۱۴)، اصبغ ابن فرج امویؒ (م:۲۲۵) مشہور تلامذہ ہیں۔

اس دور میں فقہ مالکی پر لکھی گئی اہم کتابیں:

المختصر الکبیر، المختصر الوسیط، المختصر الصغیر: عبداللہ ابن عبدالحکم مصریؒ (م:۲۱۴ھ)، کتاب الاصول: اصبغ ابن الفرجؒ (م:۲۲۵)، احکام القرآن، کتاب الوثائق والشروط، آداب القضاۃ، کتاب الدعویٰ والبینات: محمد ابن عبداللہ بن عبدالحکمؒ (م:۲۶۸)، الجامع: محمد ابن سحنونؒ (م:۲۴۰) المبسوط فی الفقہ: قاضی اسماعیل ابن اسحاقؒ (م:۲۸۲)۔

فقہ شافعی:

اس کی اساس ابوعبداللہ محمد ابن ادریس ہاشمیؒ (۱۵۰/۲۰۴ھ) نے رکھی، پندرہ سال کی عمر میں مکہ میں مسلم ابن خالد زنجی سے فقہ وافتاء کی تعلیم حاصل کی، حدیث میں امام مالکؒ، سفیان ابن عیینہ، فضیل ابن عیاض اور محمد ابن شافع کے شاگرد ہیں۔ حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ اشعار عرب، تاریخ عرب پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بغداد میں اپنے قدیم مذہب پر کتاب الحجہ لکھی، پھر ۲۰۰ھ میں مصر پہنچے اور یہیں شاگردوں کو جدید مذہب کا املاء کرایا اور کتاب الام لکھی۔

فقہ شافعی کے اصول وماخذ:

امام شافعی اجتہاد واستنباط میں قرآن اور ظاہر

حدیث پر استناد کرتے ہیں' اگر لفظا سے کئی معانی سمجھ میں آرہے ہوں تو جو ظاہر سے زیادہ قریب ہے' اس کو لیتے ہیں۔ حدیث کی کثرت کی صورت میں اصح مانی الباب سے استدلال کرتے ہیں' سعید ابن المسیب کے علاوہ مراسیل کو بالکل نہیں لیتے' اجماع جب اس کے خلاف کا علم نہ ہو' قیاس جب اس کی علت منضبط ہو اور تعامل صحابہ جس کی تائید حدیث سے ہوتی ہو' ان کے نزدیک حجت ہیں۔ امام شافعی استحسان اور استصلاح کو حجت نہیں مانتے بلکہ ان دونوں کے مخالف ہیں' استحسان کے رد میں ان کی کتاب ابطال الاستحسان ہے۔ تعامل اہل مدینہ اور اقوال صحابہ بھی ان کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔ فقہ شافعی' فقہ حنفی اور فقہ مالکی کے بین بین ہے' اہل الرائے اور اہل الحدیث کا درمیانی طریقہ اختیار کیا ہے' مگر اہل الحدیث کی طرف میلان زیادہ ہے۔

امام شافعیؒ کے ممتاز تلامذہ:

امام شافعیؒ کے جو تلامذہ مسلک کی ترویج و اشاعت اور تدوین و ترتیب میں پیش پیش رہے ہیں: ابوعلی حسن ابن علی کرابیسیؒ (م:۲۴۵)' اسماعیل ابن یحییٰ مزنیؒ (۱۷۵/۲۶۴) ابو یعقوب بویطیؒ (م:۲۳۱) ابو محمد ربیع مرادیؒ (م:۲۷۰) ابوحفص حرملہ ابن یحییٰ مصریؒ (۱۶۶/۲۶۴) یونس ابن عبدالاعلیٰ مصریؒ (۱۷۰/۲۶۴) ابوالعباس احمد ابن عمر۔

فقہ شافعی پر اہم تصانیف:

امام شافعیؒ نے خود کتاب الحجۃ تصنیف کی' اصول فقہ میں الرسالہ مرتب کیا' "کتاب الام" مصر میں املا کرائی جس میں جدید اقوال جمع کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ المختصر الصغیر' المختصر الکبیر' کتاب الفرائض بویطیؒ (م:۲۳۱) کی الجامع الصغیر' الجامع الکبیر' المختصر الصغیر: مزنیؒ کی کتاب التقریب' المختصر فی الفقہ ابن سریجؒ (م:۳۰۶) کی المبسوط والمختصر: حرملہ مصریؒ (م:۲۶۴) کی اہم تصانیف ہیں۔

فقہ حنبلی:

اس کی بنیاد ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی (۱۶۴/۲۴۱) نے رکھی' آپ نے تحصیل علم کے لئے کوفہ' بصرہ' مکہ' مدینہ' شام اور یمن کا سفر کیا۔ ہیثم ابن بشر' ابراہیم ابن سعد' سفیان ابن عیینہ سے حدیثیں روایت کیں' امام شافعیؒ جب بغداد میں مقیم تھے تو ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی' حدیث و فقہ دونوں میں امام ہیں' حدیث میں مشہور کتاب مسند احمد ہے۔

فقہ حنبلی کے اصول وما آخذ:

قرآن' حدیث' حدیث کی موجودگی میں وہ کسی کی موافقت نہیں کرتے' فتاویٰ صحابہ' اقوال صحابہ میں اختلاف کی صورت میں دیکھتے ہیں کہ کون سا قول کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہے' جو قریب ہوتا ہے اسے لے لیتے ہیں۔ اگر اس کا علم نہیں ہوتا ہے تو کسی کے قول کو حتمی طور پر اختیار نہیں کرتے بلکہ اختلاف نقل کر دیتے ہیں' مراسیل اور احادیث ضعیفہ پر بھی استناد کرتے ہیں' جب ان کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ ہو' حدیث' قول صحابی' مرسل اور ضعیف حدیث نہ ہونے کی صورت میں قیاس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

امام احمدؒ کے ممتاز تلامذہ:

صالح ابن احمد بن حنبلؒ (م:۲۶۶ھ) عبداللہ ابن احمد بن حنبلؒ (م:۲۹۰ھ) ابوبکر احمد ابن محمد الاثرمؒ (م:۲۷۳ھ) حرب ابن اسماعیل حنظلیؒ (م:۲۸۰ھ) ابراہیم ابن اسحاقؒ (م:۲۸۵ھ) ابو یعقوب اسحاق تمیمیؒ (م:۲۵۱ھ) محمد ابن عبداللہ بغدادیؒ (م:۲۷۳ھ) عمر ابن الحسین ابوالقاسم خرقیؒ (م:۳۳۴ھ) ابوبکر احمد ابن ہارون الخلالؒ (م:۳۱۱ھ)۔

فقہ حنبلی پر اہم تصانیف:

مسند احمد' الناسخ والمنسوخ: احمد ابن حنبل' السنن فی الفقہ: الاثرم' کتاب السنن بشواہد الحدیث: ابن الحجاج مروزی' جامع الفقہ الحنبلی: ابوبکر الخلال' المختصر: خرقی۔

پانچواں دور:

اس دور میں علمی سرگرمیاں سست رفتاری کا شکار ہوگئیں' اجتہاد و استنباط کے بجائے تقلید کا سلسلہ شروع ہوا' لوگ امام معین کی تقلید و پیروی میں لگ گئے' بعض ایسے تھے جو قوت اجتہاد و استنباط رکھتے تھے مگر انہوں نے مصلحتاً اپنی کوئی الگ بنیاد نہیں ڈالی' اس طرح آہستہ آہستہ ضعف آتا گیا اور مجتہدین کا سلسلہ ختم ہوگیا' مگر اس دور میں علماء محض تقلید پر جم نہیں گئے بلکہ بہت سے علمی و تحقیقی کام انجام دیئے۔ آثار و روایات کو جمع کیا' مجتہدین سے منقول مختلف روایتوں میں درایتاً و روایتاً ترجیح دی' تقدیم و تاخیر کی نشاندہی اور اسباب و علل کی تلاش و جستجو کی' ائمہ کے اصول و ضوابط کے مطابق جزئیات نکالیں' کتب خلافیات تصنیف کیں' مسائل کے ساتھ دلائل کو جمع کیا' اپنے مذہب کو تقویت پہنچائی' مخالفین کے دلائل کی کاٹ کی۔

اس دور کی اہم تصانیف اور مصنفین:

فقہ حنفی پر: التجنیس' المختصر: محمد ابن الحسن ابوبکر خواہر زادہؒ (م:۴۳۳ھ) المبسوط' کتاب النوادر: عبدالعزیز ابن احمد شمس الائمہ حلوانیؒ (م:۴۵۶ھ) المختصر القدوری: ابوالحسن احمد ابن محمدؒ

(۳۶۳/۴۲۸ھ) اصول فقہ، شرح السیر الکبیر اور مبسوط: ابوبکر محمد ابن احمد سرخسیؒ (م: ۵۰۰ھ) ہدایہ: علی ابن ابوبکر مرغینانیؒ (م: ۵۹۳ھ) بدائع الصنائع: ابوبکر ابن مسعود کاسانیؒ (م: ۵۸۷ھ)۔

فقہ مالکی پر: المنتقی، الاستیفاء، احکام الفصول فی احکام الاصول: سلیمان ابن خلف باجیؒ (۴۰۳/۴۷۴ھ) التبصرہ: ابوالحسن علی ابن محمد ربعی لخمیؒ (م: ۴۷۸ھ)، البیان، مقدمات المدونہ: ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبیؒ (م: ۵۲۰)، شرح البرہان، شرح التلقین فی الفقہ: ابوعبداللہ محمد ابن علی تمیمیؒ (م: ۵۳۶ھ)۔

فقہ شافعی پر: الجامع، التعلیق فی اصول الفقہ: ابواسحاق ابراہیم ابن محمد اسفرائینیؒ (م: ۴۱۸ھ)، الحاوی، الاقناع، ادب الدنیا والدین، الاحکام السلطانیہ: ابوالحسن علی ابن محمد ماوردیؒ (م: ۴۵۰ھ) البحر، الفروق، الکافی: ابوالمحاسن عبدالواحد رویانیؒ (۴۱۵/۵۰۲ھ) البسیط، الوسیط، الوجیز، الخلاصہ المستصفی: ابوحامد محمد غزالیؒ (۴۵۰/۵۰۵ھ)۔

چھٹا دور:

اس دور نے بھی بڑی بڑی شخصیات کو جنم دیا، جنہیں فقہ وفتاویٰ میں مکمل درک و دسترس حاصل تھی، وہ تخریج و تفریع اور ترجیح کی قوت سے پورے طور پر بہرہ ور تھے، مگر انہوں نے تخریج و ترجیح پر کم زور دیا، تصنیف و تالیف اور مسائل یکجا کرنے میں ہمتیں زیادہ صرف کیں، اس دور میں متون، شروح لکھنے اور فتاویٰ کا سلسلہ شروع ہوا، بہت ساری کتب، متون اور شروح وجود میں آئیں، اور اپنے مذہب کی کتابوں کی درس و تدریس پر زور دیا جانے لگا۔

اس دور کی اہم تصانیف و مصنفین:

فقہ حنفی پر: متن الوافی، الکافی، المنار: محمود نسفیؒ (وفات آٹھویں صدی کے آغاز میں) تبیین الحقائق: زیلعیؒ (م: ۷۴۳ھ) فتح القدیر، التحریر فی الاصول: کمال ابن ہمامؒ (م: ۸۶۱ھ) البنایہ شرح ہدایہ، رمز الحقائق، شرح المجمع: بدرالدین عینیؒ (م: ۸۵۵ھ) الاشباہ والنظائر، البحرالرائق شرح المجمع: ابن نجیم مصریؒ (م: ۹۶۹ھ)۔

فقہ مالکی پر: التوضیح: خلیل ابن اسحاق کردیؒ (م: ۷۷۶ھ) مواہب الجلیل فی تحریر ماحواہ مختصر الخلیل، شرح رسالہ ابن ابی زید: ابوالحسن اجہوریؒ (م: ۱۰۶۶ھ) حاشیۃ الزرقانی، حاشیہ رسالہ ابن ابی زید: ابوالحسن نورالدین عدویؒ (م: ۱۱۸۹ھ) شرح

باقی صفحہ 17 پر

مساجد کے لئے خاص رعایت
جبار کارپٹس
پتہ: این آر ایونیو
نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک "جی" برکات حیدری، ناظم آباد
فون: 6646888-6647655 فیکس: 0921-21-5671503
ڈیلرز:
مون لائٹ کارپٹ
نیر کارپٹ
ثمر کارپٹ
وینس کارپٹ
اولمپیا کارپٹ
یونی ٹیک کارپٹ

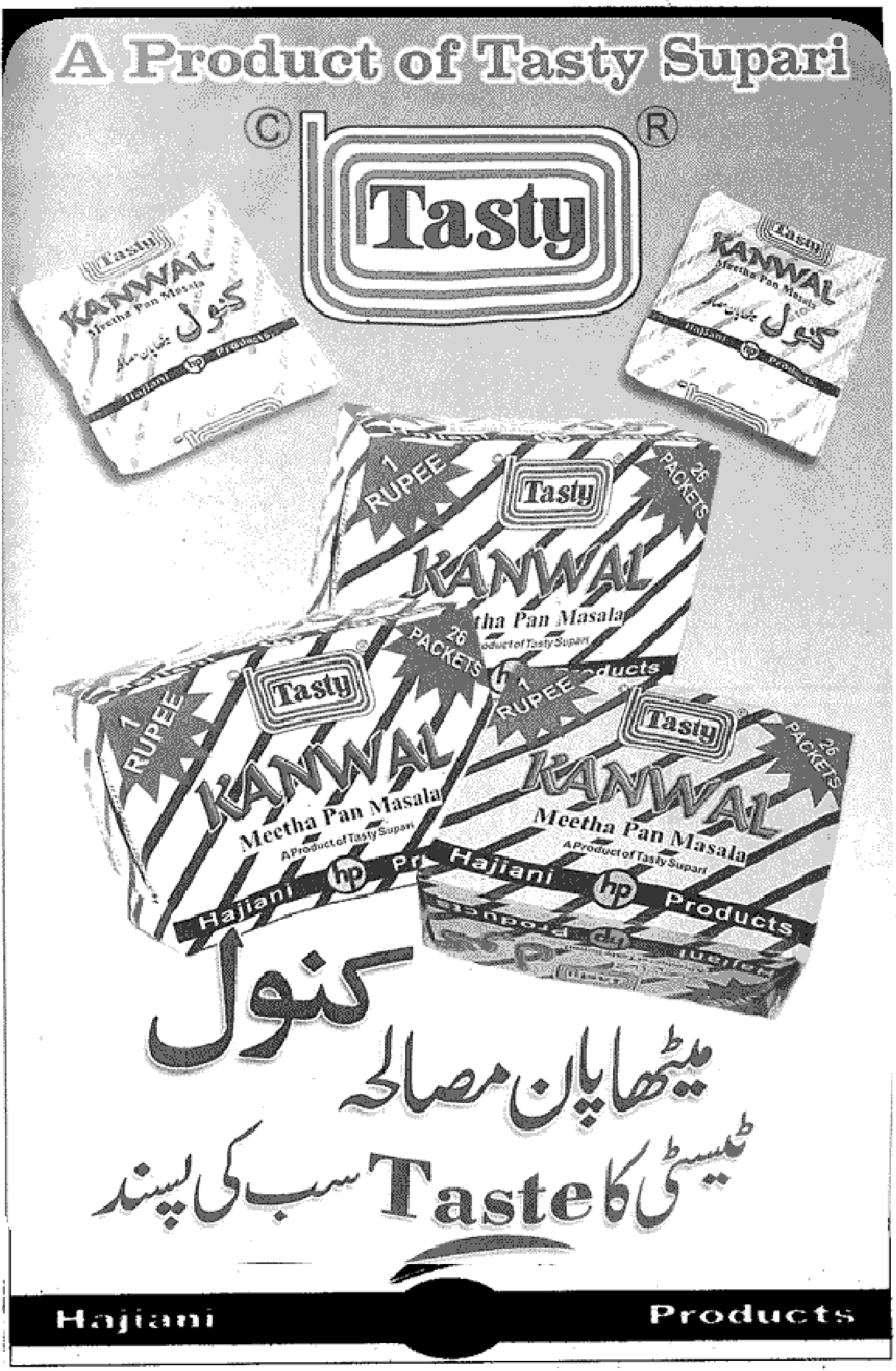
A Product of Tasty Supari
Tasty
KANWAL
Meetha Pan Masala
A Product of Tasty Supari
1 RUPEE
26 PACKETS
Hajiani hp Products
کنول
میٹھا پان مصالحہ
ٹیسٹی کا Taste سب کی پسند
Hajiani
Products

مرسلہ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

خواتینِ اسلام کا شاندار ماضی

حافظ افروغ احسن

مصائب وشدائد میں خواتین کی ثابت قدمی:

اسلام کے ابتدائی دور میں جوں جوں تحریک اسلامی اپنے قدم آگے بڑھاتی گئی کفار ومشرکین کی طرف سے مخالفت ومزاحمت اور عناد ودشمنی کا طوفان بھی پوری تندی اور شدت سے مکہ کے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لیتا گیا۔ ایمان واسلام کی نعمت حاصل کرنے والوں کے لئے ظلم وستم اور تعذیب وتشدد کے نئے نئے طریقے ایجاد ہونے لگے۔ غلاموں' باندیوں اور بے سہارا لوگوں کی تو بات ہی کیا تھی؟ بڑے بڑے شریف گھرانوں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی ظلم وستم کے عذاب کی اس چکی میں بڑی بے دردی سے پیسے جانے لگے مگر یہ حق کا نشہ ہی کچھ ایسا تھا کہ ہر تکلیف واذیت اور ہر سختی اور تنگی اس نشے کو تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ابتلاو آزمائش کے اس دور میں جہاں مردوں نے بے پایاں ثابت قدمی کا ثبوت دیا' وہیں خواتین بھی اس امتحان میں ان سے پیچھے نہ رہیں۔

حضرت ام شریکؓ دوسیہ نے دعوت حق کے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کرلیا۔ علامہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں بیان کیا ہے کہ ان کے اس جرم پر ان کے مشرک رشتہ داروں نے انہیں دھوپ میں کھڑا کردیا۔ وہ اس حالت میں انہیں روٹی کے ساتھ شہد کھلاتے تھے' جس کی تاثیر سخت گرم ہوتی ہے پانی پلانا بند کردیا' جب اس طرح تین دن گزر گئے تو مشرکین نے کہا کہ جو دین تم نے اختیار کیا ہے اسے چھوڑ دو تین دن رات کی بلاکشی سے بدحواس ہوگئی تھیں' وہ ان کی بات کا مطلب نہ سمجھ سکیں' جب ان لوگوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو سمجھ گئیں کہ یہ لوگ مجھ سے خدا کی وحدانیت کا انکار کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں' اپنی پوری ہمت وجرأت کو مجتمع کرکے فوراً بولیں:

"خدا کی قسم! میں تو خدا کی توحید کے عقیدے ہی پر قائم ہوں۔"

حضرت ام شریکؓ نے خود ہی اسلام قبول نہیں کیا' بلکہ پوری سرگرمی سے قریش کی عورتوں میں اس کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ بھی شروع کردیا' جس پر قریش کے لوگوں نے انہیں مکہ سے نکال دیا' لیکن وہ اپنے دین اور عقیدے پر بڑی مضبوطی سے قائم رہیں۔ حضرت ام شریک کے علاوہ حضرت زنیرہ دوسیہ' حضرت لبینہ' حضرت ام عمیس' حضرت حمامہ' حضرت ہندیہ رضی اللہ عنہن اور ان کی بیٹی نے لرزہ خیز مظالم برداشت کئے' مگر کیا مجال کہ ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش آئی ہو' انہی بلند پایہ اور اولوالعزم خواتین کی عزیمت واستقامت کی داستانیں تاریخ اسلام کے ہر دور میں مینارۂ نور ثابت ہوتی رہی ہیں۔

پہلی شہید خاتون:

خواتین نے حق کی حمایت میں جس بے جگری کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں اپنی جانوں کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا' اس کا ثبوت اسلام کی پہلی شہید خاتون کے بے باکانہ کردار سے کیا جاسکتا ہے۔

ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی مخزوم کے محلے سے گزرے تو آپؐ نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک بوڑھی عورت کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے ہوکر قہقہے لگارہے ہیں' ساتھ ہی اس مظلوم خاتون سے کہہ رہے ہیں: "محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو۔"

مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر حضورؐ آبدیدہ ہوگئے اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"صبر کرو' تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے۔"

یہ خاتون جن کو جنت کی بشارت دی گئی' حضرت سمیہؓ بنت خباط تھیں۔ حضرت سمیہؓ اپنے خاوند یاسرؓ اور اپنے بیٹوں عبداللہؓ اور عمارؓ سمیت اسلام کے شرف سے مشرف ہوئی تھیں' ان چاروں پر کفار کا عتاب نازل ہوا' حضرت یاسرؓ اور حضرت عبداللہؓ تو

اذیتوں کی تاب نہ لاکر جنت کو سدھارے۔ اب بوڑھی ماں اپنے اکلوتے بیٹے عمارؓ پر تشدد برداشت نہ کرسکتی تھی۔ ایک مرتبہ بیٹے کی محبت سے بے قابو ہوکر ابوجہل کو بُرا بھلا کہہ دیا۔ اس بے عزتی پر وہ آتش زیرپا ہوگیا' پھر کر وحشت و درندگی کے عالم میں ستر عورت کی ایسی نازک جگہ پر نیزہ مارا کہ جسم کے پار ہوگیا۔ بوڑھی جان پانی بھی نہ مانگ سکی اور اس طرح وہ اسلام کی پہلی شہید خاتون کے بلند اعزاز سے باریاب ہوکر بہشت بریں کی جاوداں نعمتوں میں راحت گزیں ہوگئیں۔

اب صرف حضرت عمارؓ باقی رہ گئے انہیں اپنی ماں کی مرگ بے کسی پر سخت صدمہ ہوا' روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب تو ظلم کی حد ہوگئی۔ حضورؐ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا: ''اے اللہ! آل یاسر کو دوزخ سے بچا۔'' حضرت عمارؓ تو بیٹے تھے اس لئے انہیں تو اپنی ماں کی مظلومانہ شہادت بھی نہ بھول سکتی تھی' لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابوجہل کی شقاوت اور سنگدلی اور حضرت سمیہؓ کی بے کسی کی موت ہمیشہ یاد رہی' چنانچہ میدان بدر میں جب ابوجہل واصل جہنم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمارؓ کو بلا کر فرمایا:

''اللہ نے تیری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا۔''

حضرت عمرؓ کے دل کو موم کرنے والی خاتون:

مکہ میں اسلام اور مسلمان سخت بے کسی کی حالت میں تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق و صداقت کا یہ چراغ مخالفت کی پُرزور آندھیوں کے جھونکوں سے جلد ہی بجھ جائے گا۔ ان پُرآشوب اور مایوس کن حالت میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''یا اللہ! اسلام کو ابوجہل یا عمر بن خطاب سے عزت دے۔''

ہادی برحقؐ کی یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی' لیکن اس دعا کی اجابت کو عملی دنیا میں لانے کا وسیلہ بننے کا شرف بھی ایک خاتون کو حاصل ہوا' وہ بلند حوصلہ خاتون حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب ہی تھیں۔

حضرت عمرؓ بڑے جری' بہادر' دلیر اور عالی ہمت انسان تھے۔ قدرت نے انہیں ایک وجیہہ' بارُعب اور باوقار شخصیت سے نوازا تھا۔ اپنے آبائی دین کی حمایت میں بڑے سخت اور متشدد تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جو کوئی اسلام قبول کرلیتا وہ ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بن جاتا۔ حق و توحید کی دعوت کو روکنے میں ناکام ہوکر وہ اس بات پر تیار ہوگئے کہ معاذ اللہ! وہ اس شمع ہی کو بجھادیں' جس سے یہ روشنی پھیل رہی ہے۔ تلوار سونت کر گھر سے نکل پڑے' راستے میں معلوم ہوا کہ جس شخصیت کو ختم کرنے کے لئے وہ نکلے ہیں' ان کے بہن اور بہنوئی اس کے حلقہ ارادت و عقیدت میں شامل ہوچکے ہیں۔ اس خبر نے ان کے غضب اور جذبہ انتقام کو اور بھڑکا دیا۔ سیدھے بہن کے گھر پہنچے' بہن اور بہنوئی کو قرآنی آیات کی تلاوت کرتے سن کر انہیں یقین ہوگیا کہ یہ دونوں نئے دین کو قبول کرچکے ہیں۔ غصے سے بے تاب ہوکر اپنے بہنوئی سعید بن زید سے لپٹ گئے' ان کے لمبے بال پکڑ کر زمین پر دے مارا اور پھر بے تحاشا پیٹنا شروع کردیا۔ حضرت فاطمہؓ شوہر کو بچانے کے لئے اٹھیں تو انہیں بھی مارا' پھر حضرت سعیدؓ پر ایک لکڑی سے وار کرنا چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ آگے آگئیں' وار ان کے سر پر پڑا' سر سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے' اسی حالت میں انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ بھائی! بہن کو بیوہ کیوں کرتے ہو' پہلے مجھے ہلاک کرڈالو' لیکن دین حق اب دل سے نہیں نکل سکتا' نہیں نکل سکتا' نہیں سکتا۔ ہمارا خاتمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین ہی پر ہوگا۔

خون میں نہائی ہوئی ماں جائی سامنے کھڑی تھی' اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر عرب کے اس نامور فرزند یعنی عمر کے دل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوگیا۔ غصے کی جگہ ندامت نے لے لی۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنا خون بہا کر انہیں کسی اور راستے پر گامزن کردیا' کچھ توقف کے بعد کہا:

''اچھا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔''

اس طرح حضرت عمرؓ اس شمع رسالت کے جاں نثار اور فدا کار پروانوں میں شامل ہوگئے' جسے گل کرنے کے لئے وہ گھر سے نکلے تھے' اب ان کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں اسلام کے لئے وقف تھیں' جس سے مسلمانوں کی صفوں میں مسرت و انبساط اور حوصلہ و ہمت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مکہ کی فضا میں ایک تغیر عظیم آگیا' آج تک مسلمان چھپ چھپا کر اپنے رب کی عبادت کرتے تھے مگر آج پہلی مرتبہ انہوں نے برسر عام مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ یہ نبوت کے چھٹے سال کا واقعہ ہے۔

ہجرت کے خطرناک موقع پر خاتون کی خدمات:

سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم پر اپنا شہر چھوڑ کر یثرب کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کرتے ہیں۔ ہجرت کی رات نہایت خوفناک خطرات سے پُر تھی۔ دشمن ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے آپؐ کے

گھر کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ مکہ کا پورا ماحول آپ کی دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس سرزمین کا ذرہ ذرہ آپ کے خون کا پیاسا ہو چکا ہے۔ ان خطرناک حالات میں بھی جہاں حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ جیسے فداکاروں نے آپ کی مدد اور رفاقت کا حق ادا کیا' وہیں اسلام کی ایک خاتون کو بھی اس نازک وقت پر اپنی خدمات پیش کرنے کا موقع ملا' یہ خوش قسمت خاتون حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ تھیں۔

اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور دشمنوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے' حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت اسماءؓ نے حضرت عائشہؓ سے مل کر سامان سفر درست کیا۔ حضرت اسماءؓ نے دو تین دن کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اسے ایک تھیلے میں ڈالا' اتفاق سے تھیلے کا منہ باندھنے کے لئے اس وقت گھر میں کوئی رسی موجود نہ تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی تھا۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً اپنا کمربند کھول کر اس کے دو ٹکڑے کئے' ایک سے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرے حصے کو بطور کمربند اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماءؓ کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور انہیں ذات النطاقین کے لقب سے نوازا۔

ہجرت کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں مکہ سے نکل کر غار ثور میں تین دن رات قیام فرمایا۔ حضرت اسماءؓ اس راز سے واقف تھیں' وہ روزانہ رات کو اپنے بھائی عبداللہؓ کے ساتھ خفیہ طور پر غار ثور میں تشریف لے جاتیں۔ اپنے محبوب ہادی اور اپنے پدر بزرگوار کو تازہ کھانا کھلا آتیں۔

ہجرت کی رات جب صبح میں تبدیل ہوئی تو ابوجہل چیختا چلاتا اور بکواس بکتا ہوا' حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر آیا اور حضرت اسماءؓ اور گھر والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں پوچھتا رہا۔ ابوجہل کی دشنام طرازیوں اور مارپیٹ کے باوجود حضرت اسماءؓ نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ نے جو نابینا تھے اور ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے' اپنی پوتی سے کہا:

"بیٹی! ابوبکر نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے' وہ خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔"

حضرت ابوبکرؓ واقعی گھر میں رکھا ہوا سارا نقد سرمایہ اپنے ساتھ لے گئے تھے' لیکن حضرت اسماءؓ نے اپنے بوڑھے اور نابینا دادا کا دل توڑنا بھی مناسب نہ سمجھا اور اپنے عظیم والد کی اس عظیم الشان نیکی کی تحقیر کو بھی گوارا نہ کیا بلکہ جواب میں کہا:

"دادا جان! انہوں نے ہمارے لئے خیر کثیر چھوڑا ہے۔"

پھر انہوں نے کپڑے کی ایک تھیلی میں کچھ پتھر بھرے اور اسے اس طاق میں رکھ کر جہاں حضرت ابوبکرؓ اپنا روپیہ رکھا کرتے تھے' اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لائیں اور ان سے کہا کہ آپ ہاتھ لگا کر دیکھ لیں کہ یہ کیا رکھا ہے۔ ابوقحافہ نے اس پوٹلی پر ہاتھ رکھا تو مطمئن ہو کر کہا: ابوبکرؓ نے اچھا کیا' تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا۔

☆☆..........☆☆

ختم نبوت کانفرنس برائے خواتین

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے زیر اہتمام یکم مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر ختم نبوت کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی۔ جس میں جانشین شہید اسلام' مولانا عبداللہؒ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راولپنڈی کے ناظم مولانا مفتی محمود الحسن' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد اور دیگر جید علمائے کرام شریک ہوئے۔

کانفرنس کا آغاز جناب قاری حبیب اللہ صاحب کی تلاوت سے ہوا' اس کے بعد پروگرام کے روح رواں جناب محمد یوسف بن حاجی محمد یعقوب صاحب نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر مدلل خطاب فرمایا۔ ان کے بعد مولانا احسان احمد نے مسئلہ ختم نبوت اور اس کی اہمیت کے متعلق خطاب فرمایا' آخر میں جانشین شہید اسلام حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نے خطاب کیا اور خواتین سے استدعا کی کہ وہ اپنے آپ کو دینی دیگر کاموں کی طرح ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں کریں اور اپنے بچوں کی تربیت اس انداز سے کریں کہ وہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہونے کے لئے شروع سے ہی تیار اور آمادہ ہو جائیں۔ ان کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

تہجد کے فضائل

مولانا اشہد رشیدی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”رات کے آخری پہر میں نفلی نماز یعنی تہجد کو ادا کرنا ابواب خیر میں سے ہے۔“

عام طور پر لوگ تہجد کی جانب بالکل توجہ نہیں دیتے اور بہت سے لوگ تو یہ کہہ کر اپنے آپ کو بری الذمہ کر لیتے ہیں کہ ہم سے فرائض ہی پورے نہیں ہو پاتے تو نوافل کی طرف کیا توجہ دیں' اور کچھ لوگ تو دوسروں کی بھی ہمت شکنی کرتے ہوئے یہ کہنے لگتے ہیں کہ اس زمانے میں فرائض کا اہتمام کر لینا ہی کافی ہے' نوافل کی ضرورت نہیں ہے' جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل ترین نماز تہجد کی ہے۔“(رواہ مسلم)

یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ نوافل کی ادائیگی کی برکت سے فرائض کی پابندی کی توفیق بھی میسر آجاتی ہے' نیز انسان اور اس کے رب کے درمیان پائے جانے والے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں' قربت بڑھ جاتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عبسہؓ سے فرمایا:

”رات کے آخری پہر (تہجد کے وقت) میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے' اگر تم اس وقت ذکر و اذکار اور یاد خدا کر سکتے ہو تو ضرور کر لیا کرو۔“ (رواہ الترمذی)

جب ساری دنیا میٹھی نیند کے مزے لے رہی ہو اور نرم گرم بستروں میں محو خواب ہو' اس وقت کوئی گرم لحاف کو چھوڑ کر اللہ کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے تو اللہ رب العزت اس کو چار طرح کے انعامات سے نوازے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تہجد کی نماز پابندی سے پڑھنے والے کو چار نعمتیں عطا کی جائیں گی: (۱) نماز تہجد کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قرب سے نوازے گا' (۲) گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے گا' (۳) نیز اس عظیم عبادت کی برکت سے اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' (۴) صبح سویرے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کی برکت سے وہ بہت سی جسمانی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔“ (رواہ الترمذی)

گویا یہ ایک ایسی نماز ہے جس میں دینی اور جسمانی ہر دو فائدے مضمر اور پوشیدہ ہیں' اللہ رب العزت بھی قرآن کریم میں اپنے تہجد گزار بندوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

”اللہ کے نیک و صالح بندوں کے پہلو راتوں کو بستروں سے دور رہتے ہیں' وہ اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی آس لگائے اس کو پکارتے رہتے ہیں' یعنی عبادات الٰہیہ میں مشغول رہتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال و دولت میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔“ (سورۂ سجدہ:۱۶)

غور کرنے کی بات ہے کہ راتوں میں ہونے والے پروگراموں اور تقاریب میں تو ہم لوگ بڑے ذوق و شوق سے شریک ہو کر آدھی آدھی رات اور کبھی پوری پوری رات ضائع کر دیتے ہیں' نہ نیند آتی ہے' نہ تھکن کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی کسی طرح کی سستی اور کسل پیدا ہوتا ہے لیکن راتوں کو اٹھ کر خالق کائنات کے سامنے کھڑا ہونا' چار چھ رکعتوں کا پڑھ لینا بڑا بھاری لگتا ہے جبکہ اس تھوڑی سی محنت کے بدلے میں جو کچھ ملنے والا ہے' اس فانی دنیا میں اس کا اندازہ لگانا بھی ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نوافل خصوصاً تہجد کی توفیق سے مالا مال فرمائے۔ (آمین' ثم آمین)۔

☆☆......☆☆

مدحت سلطانِ مدینہؐ

جگر مرادآبادی

اک رند ہے اور مدحت سلطانِ مدینہؐ
بس ایک نظر رحمتِ سلطانِ مدینہؐ

اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے' تو جنت سلطان مدینہؐ

ظاہر میں غریب الغرباء پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطان مدینہؐ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطان مدینہؐ

اے جاں بہ لب آمدہ' ہشیار' خبردار
وہ سامنے ہیں حضرتِ سلطانِ مدینہؐ

کچھ کام نہیں اور جگر کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت سلطانِ مدینہؐ

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرتِ رسولِ آخرین، سیرتِ الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختم نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

- خریدار بنیئے — بنائیے
- اشتہارات دیجئے
- مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے